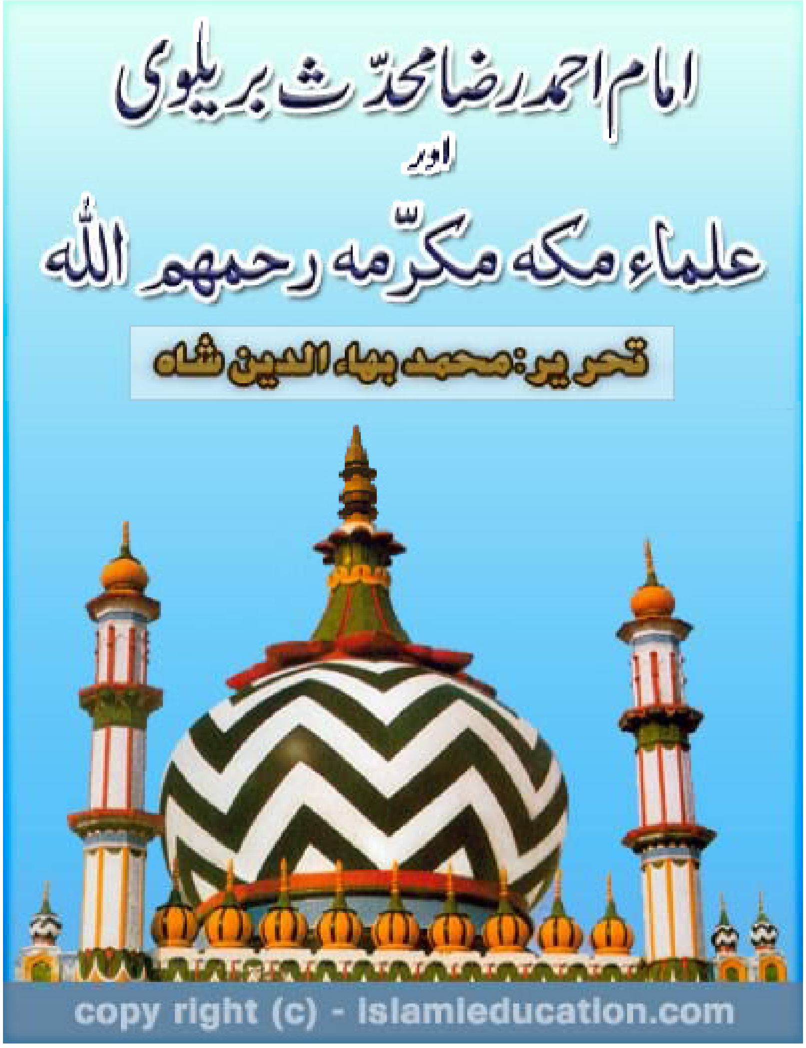
امام احمد رضا محدّث بریلوی
اور
علماء مکہ مکرّمہ رحمہم اللہ
تحریر: محمد بہاء الدین شاہ
copy right (c) - islamieducation.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا محدّث بریلوی

اور

علماء مکہ مکرّمہ رحمھم اللہ

تحریر: محمد بہاءالدین شاہ

اُم القریٰ مکہ مکرمہ، جہاں بیت اللہ و مسجد الحرام، میزابِ رحمت، مقام ابراہیم، جبل صفا و مروہ، جبل ابوقبیس، چاہ زم زم، غار حراء و غارِ ثور واقع ہیں، اسی شہر مقدس میں خاتم النبیین، سیّد المرسلین، حبیب رب العالمین سیدنا و مولانا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم کی ولادت باسعادت ہوئی، یہیں پر آپ مبعوث فرمائے گئے اور بنی آدم کو اسلامی عقائد پر مطلع فرمایا، یہیں سے سفر معراج کا آغاز ہوا، اور اسی شہر مقدس کے پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا کرتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۵٦ء۔۱۹۲۱ء) دوبار اس شہر بلد الحرام میں حاضر ہوئے، پہلی بار ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں، چودھویں صدی ہجری میں مکہ مکرمہ کن حکومتوں کے دور سے گزرا، اس دوران وہاں مذہبی تعلیم کے کون سے ذرائع رائج رہے، اہل مکہ مکرمہ کن معتقدات وافکار پر عمل پیرا ہیں، ذیل کی سطور میں اس کا سرسری جائزہ پیش ہے۔

اس بلد الحرام میں چند خاندان ایسے آباد ہیں جن میں نسل در نسل علماء و مشائخ نے جنم لیا اور ان سے پورا عالم اسلام فیض یاب ہوتا رہا، چودھویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں مکہ مکرمہ پر بالترتیب تین خاندانوں عثمانی، ھاشمی اور سعودی کی حکمرانی رہی، اس دوران وہاں پر جو خاندان علم و فضل کے اعتبار سے عروج پر رہے ان میں مِرداد، عجیمی، خوقیر، ریس، کتبی، شطا، عبدالشکور بیت المال، زواوی، کمال، مالکی، بن حُمیَد، صدیق، فقیه، مفتی، کردی، حریری، جمل اللیل، تقی، حجی، بسیونی، قلعی، دحلان، حبشی، بابصیل، غمری اور دھان خاندانوں کے نام اہم ہیں۔

(اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، محمد علی مغربی، طبع دوم ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، مطالع

دار البلاد جدہ، ج ۲، ص ۳۶)

(الحرکۃ الادبیۃ فی المملکتہ العربیۃ السعودیۃ، ڈاکٹر بکری شیخ امین، طبع چہارم ۱۹۸۵ء، دار العلم للملا یین بیروت (لبنان)، ص ۱۴۷)

عثمانی عهد

ترکی کے عثمانی خاندان نے ۹۲۳ھ۔۱۳۳۵ھ/ ۱۵۱۷ء۔۱۹۱۶ء تک مکہ مکرمہ سمیت پورے حجاز مقدس پر تقریباً چار صدیوں تک حکمرانی کی ، اس دوران وہاں پر فروغ تعلیم کے چار ذرائع رائج تھے، اولاً مسجد الحرام میں حکومت کی طرف سے علماء کرام کے حلقات دروس قائم تھے، دوسرا اہل خیر کے تعاون سے شہر کے مختلف محلوں میں دینی مدارس روبہ عمل تھے، تیسرا اکابر علماء کرام کے گھر مدارس کی صورت اختیار کئے ہوئے تھے اور چوتھا ذریعہ تعلیم کتّاب کا تھا۔

عثمانی دور کی مسجد الحرام میں درس وتدریس کا سلسلہ پورے عروج پر تھا، جس کے نتیجہ میں لاتعداد علماء تیار ہوئے اورانہوں نے خدمت اسلام میں اہم مقام پایا، ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء میں حکومت کی طرف سے مشاہرہ پر مسجد الحرام کے مدرسین کے چھ درجے مقرر تھے، ان میں درجہ اول کے بارہ، درجہ دوم کے چھ، درجہ سوم کے اٹھائیس، درجہ چہارم وپنجم کے چار چار اور اڑتالیس نائب مدرسین تھے، اس طرح مذاہب اربعہ سے تعلق رکھنے والے کل ایک سو دو علماء کرام مسجد الحرام کے اندر مقرر کردہ مقامات پر مختلف اسلامی علوم کی تعلیم دینے میں مصروف تھے۔

(نشر الدرر فی تذییل نظم الدرر فی تراجم علماء مکہ من القرن الثالث عشر الی الرابع عشر، شیخ عبداللہ غازی مہاجر مکی، مخطوط، ضمیمہ ص ۱۔۵)

ان حلقات دروس میں فقہ وغیرہ دینی علوم کے علاوہ نحو، صرف، فلک، منطق پڑھائی جاتی اور بعض اوقات ان حلقات کی تعداد ایک سو بیس تک پہنچ جاتی جس سے مسجد میں دن رات طالبانِ علم کا ازدحام دیکھنے میں آتا۔ (الحرکۃ الادبیۃ، ص ۱۴۲)

عمر عبدالجبار مکی (۱۳۲۰ھ۔۱۳۹۱ھ) جنہوں نے مسجد الحرام میں متعدد علماء کے دروس میں شرکت کی بعد ان کا خلاصہ اپنی کتاب میں درج کیا، آپ لکھتے ہیں کہ مسجد الحرام کے مدرسین حکومت سے تنخواہ پانے، طلباء اور اہل خیر سے صدقہ وزکوٰۃ یا کسی بھی قسم کی مالی مدد کی طلب سے بے نیاز ہو کر فی سبیل اللہ تعلیم دیتے رہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان علماء نے جب وفات پائی تو اپنے ترکہ میں اچھی یاد کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔

(سیرو تراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للھجرۃ ،عمرعبدالجبار مکی،طبع سوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء ، مکتبہ تہامۃ جدۃ،ص۲۰)

تعلیم مکمل کرنے کے بعد اعلیٰ ترین سند کے لئے امتحان کا مرحلہ آتا جس کے لئے حکومت کی طرف سے علماء کرام کا ایک بورڈ مقرر کیا جاتا

(اعلام الحجاز،طبع دوم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ءمطابع دار العلم جدہ،ج ا،ص۵۲)

جو فارغ التحصیل علماء سے توحید،فقہ،نحو،معانی، بیان، بدیع،منطق،صرف،اصول فقہ،حدیث،اصول حدیث اور تفسیر کے علوم وفنون میں امتحان لیتا اور کامیابی حاصل کرنے والے علماء کرام کوسند دی جاتی جس پر گورنر مکہ،مذاہب اربعہ کے مفتی اور اکابر علماء کی مہریں لگی ہوتیں، ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں یہ سند گورنر مکہ مکرمہ حسین بن علی ھاشمی (۱۲۷۰ھ۔۱۳۵۰ھ/۱۸۵۴ء۔۱۹۳۱ء)

(حسین بن علی ھاشمی جو بعد ازاں حجاز میں مملکت ھاشمیہ کے بانی ہوئے ان کے حالات ملاحظہ ہوں:

الا علام،خیرالدین زرکلی،طبع دہم۱۹۹۲ء،دار العلم للملایین بیروت،ج: ۲،ص۲۴۹۔۲۵۰)

اور چیف جسٹس مکہ شیخ عبداللہ سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ(۱۲۹۶ھ۔۱۳۶۸ھ/ ۱۸۷۸ء۔۱۹۴۹ء)کے علاوہ مسجد الحرام سے وابستہ دیگر اکابر علماء کرام کے دستخطوں سے مزین ہوتی تھی۔

(الدلیل المشیر،علامہ سید ابوبکر بن احمد حبشی مکی،طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ءمکتبۃ المکیۃ مکہ مکرمہ،ص۳۹۹۔ تجلیات مہر انور،علامہ سید شاہ حسین گردیزی،طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء،مکتبہ مہریہ گولڑا شریف اسلام آباد،ص۲۳۰)

یہی شیخ عبداللہ سراج بعد ازاں اُردن کے وزیر اعظم رہے اور آپ نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشہور تالیف ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظ لکھی جو مطبوع ہے۔

(شیخ عبداللہ سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

نشر الدرر،ص۴۷۔۴۸،اعلام الحجاز،طبع اول ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ءمطابع المدنی قاہرہ مصر،ج۳، ص۳۷۴۔۳۹۳،سالنامہ معارف رضا شمارہ ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ءادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی،ص۱۷۱۔۱۸۱)

غرض کہ حکومت کی طرف سے جاری کردہ اس سند کی بڑی اہمیت تھی،مسجد الحرام میں علماء کرام سے متعلق تمام مناصب یعنی شیخ العلماء،چاروں مذاہب حنفی، مالکی،شافعی،حنبلی کے لئے ایک ایک مفتی،شیخ الخطباء والآئمہ،چاروں

مذاہب کے لئے آئمہ، خطیب، مدرس، نائب مدرس اور نائب امام پر تعیناتی کے لئے یہ سند بنیاد تھی، حسین بن عبداللہ باسلامہ مکی (۱۲۹۹ھ۔۱۳۵۹ھ) اپنی تصنیف ''تاریخ عمارة المسجد الحرم'' میں لکھتے ہیں کہ اس دور کی مسجد الحرام میں پچاس خطباء اور ایک سو بیس آئمہ کی بیک وقت موجودگی کے شواہد محکمہ اوقاف کے ریکارڈ سے ملتے ہیں۔

(اعلام الحجاز، ج۲، ص ۳۶۔۳۷، نثر الدرر ضمیمہ ص ۵۔۹)

اس دران مسجد الحرام سے وابستہ اہم علماء کرام کے مناصب اور مسلک اہل سنت کی تائید میں ان کی تحریروں کا مختصر تعارف یہ ہے۔

- علامہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، امام، مدرس، مفتی شافعیہ (۱۲۳۲ھ۔۱۳۰۴ھ/ ۱۸۱۷ء۔۱۸۸۶ء)، آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں، نیز عالم اسلام کے لاتعداد اکابر علماء و مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ شیخ الاسلام کہلائے، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، زبدۃ الفضلاء مولانا غلام حسین چکوالوی (۱۲۳۴ھ۔۱۳۰۵ھ/ ۱۸۲۱ء۔۱۸۸۸ء) جیسے اکابر علماء نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، علامہ دحلان مکی کی ایک اہم تصنیف ''الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیه'' ۱۲۹۹ھ میں قاہرہ (مصر) میں شائع ہوئی۔

(علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر ان کے شاگرد علامہ سید بکری شطا مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۶۶ھ۔۱۳۱۰ھ/ ۱۸۴۹ء۔۱۸۹۲ء) نے کتاب ''نفحة الرحمن فی بعض مناقب السید احمد بن زینی دحلان'' لکھی۔ مزید حالات کے لئے: رجال من مکة المکرمة، زہیر محمد جمیل کتبی مکی، طبع اول ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء مطابع دار الفنون جدہ، ج۳، ص ۱۸۸۔۱۹۶، فهرس الفهارس و الاثبات، علامہ سید عبدالحی کتانی مراکشی، طبع دوم ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء دار الغرب الاسلامی بیروت، ج۱، ص ۳۹۰۔۳۹۲، الاعلام، ج۱، ص ۱۲۹، نظم الدرر ص ۱۵۹۔۱۶۰، ماہنامہ العرب، الریاض، شمارہ مئی ۱۹۷۱ء، ص ۸۶۴۔۸۶۸، سالنامہ معارف رضا کراچی، شمارہ ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۷۔۱۷۸)

- علامہ شیخ سید حسین بن صالح جمل اللیل مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، امام، خطیب، شیخ الخطباء والآئمہ (م۔۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء)، آپ نے فاضل بریلوی کو اپنے گھر مدعو کیا اور جمیع علوم اسلامیہ میں سند اجازت عطا کی، بعد ازاں فاضل بریلوی نے مناسک حج و زیارت سے متعلق آپ کی ایک تصنیف کی شرح لکھی۔

(علامہ سید حسین بن صالح جمل اللیل شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

الشجرة الزکیہ فی الانساب و سیر آل بیت النبوة ، بریگیڈیر سید یوسف جمل اللیل، طبع اول ۱۴۱۲ھ، مطبع دارالحارثی طائف، المختصر من کتاب نشر النور والزھر تراجم افاضل مکة من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد، طبع دوم ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء عالم المعرفۃ جدہ، ص ۱۷۷، نظم الدرر ص ۱۷۳، معارف رضا، شمارہ ۱۹۹۸ء، ص ۱۸۲۔۱۸۹)

✪ شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی مکی رحمتہ اللہ علیہ، امام، خطیب، مفتی احناف، مدرس (۱۲۴۹ھ۔۱۳۱۴ھ/ ۱۸۳۳ء۔۱۸۹۶ء)، آپ نے اسلامی عقائد و احکامات پر چار ضخیم جلدوں پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ ''ضوء السراج علیٰ جواب المحتاج'' یادگار چھوڑا، فاضل بریلوی نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

(شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات ملاحظہ ہوں:

اعلام الحجاز، ج ۳، ص ۳۳۹۔۳۹۳، مختصر نشر النور، ص ۲۴۳۔۲۴۴، نظم الدرر، ص ۱۸۳۔۱۸۴، معارف رضا ۱۹۹۸ء، ص ۱۶۵۔۱۸۱)

✪ علامہ شیخ سید ابوبکر بن سالم البار مکی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس، فقیہ (۱۳۰۱ھ۔۱۳۸۴ھ/ ۱۸۸۳ء۔۱۹۶۴ء) تصوف کے اہم پیر طریقت، فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

(علامہ سید ابوبکر البار رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اھل الحجاز بعبقھم التاریخی، حسن عبدالحی قزاز مکہ، طبع اول ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، مطابع المدینۃ جدة، ص ۲۶۸۔۲۷۰، تشنیف الاسماع بشیوخ الاجازة والسماع، شیخ محمود سعید ممدوح، سن تصنیف ۱۴۰۳ھ، طبع اول، دارالشباب للطباعۃ قاھرہ، ص ۳۱۔۳۲، الدلیل المشیر، ص ۲۱۔۲۵، سیر و تراجم، ص ۲۱۔۲۵، نثر الدرر، ص ۲۴، معارف رضا کراچی ۱۹۹۹ء، ص ۲۰۰۔۲۰۲)

✪ علامہ شیخ سید ابوبکر شطا شافعی مکی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (م ۔۱۳۱۰ھ)، صوفیاء کرام کی تعلیمات پر کتاب ''ھدایة الاذکیاء الی طریقة الاولیاء'' تالیف کی۔

(علامہ سید ابوبکر شطا رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر آپ کے شاگرد شیخ عبدالحمید قدس رحمتہ اللہ علیہ (م ۔۱۳۳۴ھ) نے کتاب ''کنز العطاء فی ترجمة العلامة السید بکری شطا'' ۱۳۳۰ میں لکھی جو مصر سے شائع ہوئی، نیز

دیکھئے: نظم الدرر فی اختصار نشر النور و الزهر فی تراجم افاضل مکة، شیخ عبداللہ غازی مکی، مخطوط، ص ۱۶۹، الاعلام، ج ۴، ص ۲۱۴، سیر و تراجم، ص ۸۰۔۸۱، مختصر نشر النور، ص ۱۴۳۔۱۴۵)

✿ علامہ شیخ ابوالخیر مرداد مکی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، امام، خطیب، مدرس، شیخ الخطباء والآئمہ (۱۲۵۹ھ۔۱۳۳۵ھ/۱۸۴۳ء۔۱۹۱۶ء)''الدولة المکیه'' اور ''حسام الحرمین'' پر تقریظ قلم بند کی، آپ کی خواہش پر فاضل بریلوی نے الدولة المکیه میں بعض مباحث کا اضافہ کیا۔

(شیخ احمد ابوالخیر مرداد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

سیر و تراجم، ص ۶۰۔۶۱، مختصر نشر النور، ص ۳۲، نثر الدرر، ص ۲۰، نظم الدرر، ص ۱۶۴۔۱۶۵)

✿ شیخ احمد حضراوی منصوری مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۵۲ھ۔۱۳۲۷ھ/ ۱۸۳۶ء۔۱۹۰۹ء)، فاضل بریلوی کے خلیفہ، آپ نے فضائل مدینہ منورہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب ''نفحات الرضی و القبول فی فضائل المدینة وزیارة الرسول'' تالیف کی۔

(شیخ احمد حضراوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اعلام الحجاز، ج ۳، ص ۳۷۔۲۰۳، الاعلام، ج ۱، ص ۲۴۹، فہرس الفهارس، ج ۱، ص ۳۴۷۔۳۴۸، سیرو تراجم، ص ۵۷۔۵۸، مختصر نشر النور، ص ۸۴۔۸۵، نظم الدرر، ص ۱۶۶۔۱۶۷، ماہنامہ العرب شمارہ شعبان ۱۳۸۷ھ، ص ۱۱۲۔۱۱۳، نیز شمارہ رمضان ۱۳۸۷ھ، ص ۲۰۰۔۲۰۲، سالنامہ معارف رضا کراچی، شمارہ ۱۹۹۹ء، ص ۲۰۳۔۲۱۵)

✿ شیخ احمد بن ضیاء الدین مکی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ، حسام الحرمین کے مقرظ۔

(مولانا احمد بن ضیاء الدین مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

مختصر نشر النور، ص ۸۰۔۸۱، نظم الدرر، ص ۱۶۳)

✿ قاری شیخ احمد بن عبداللہ مکی حنفی رحمتہ اللہ علیہ (۱۳۰۹ھ۔۱۳۵۹ھ/ ۱۸۹۱ء۔۱۹۴۰ء)، آپ کے والد ماجد مکہ مکرمہ میں شیخ القراء تھے، آپ کا پورا گھرانہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھا، حضرت گولڑوی نے شیخ احمد مکی کو علوم عقلیہ ونقلیہ اور دیگر اوراد و اذکار میں سند اجازت عطا فرمائی۔

(مولانا قاری احمد بن عبداللہ مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

آپ کی تصنیف'' مجلة الاحکام الشرعیة''طبع اول ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء مطبوعہ جدہ کے ابتدائی ۵۷ صفحات پر ڈاکٹر عبدالوھاب ابراھیم ابوسلیمان مکی وڈاکٹر ابراھیم احمد علی مکی کا تحریر کردہ مقدمہ، نیز اعلام الحجاز ، ج ۲، ص ۶۔۱۶، اھل الحجاز بعبقھم التاریخی ،ص ۲۶۴۔۲۶۶،سیرو تراجم ،ص ۴۴۔۴۵،تجلیات مہر انور، ص ۲۳۰۔۲۳۶،ودیگر صفحات)

✪ شیخ احمد ناضرین مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۹۹ھ۔۱۳۷۰/ ۱۸۸۱ء۔۱۹۵۰ء) فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

(شیخ احمد ناضرین رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اھل الحجاز ،ص ۲۵۵۔۲۵۷،تشنیف الاسماع ،ص ۵۹۔۶۰،الدلیل المشیر ،ص ۴۷۔۵۱،سیرو تراجم ،ص ۴۷۔۵۰،نشر الدرر ،ص ۲۴)

✪ شیخ اسد دھان مکی حنفی رحمتہ اللہ علیہ،مدرس (۱۲۸۰ھ۔۱۳۳۸ھ/۱۸۶۳ء۔۱۹۱۹ء)، الدولة المکیه و حسام الحرمین کے مقرظ، فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز۔

(شیخ اسد دھان رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اھل الحجاز ،ص ۲۵۸،سیرو تراجم ،ص ۷۲۔۷۳، مختصر نشر النور ،ص ۱۲۹۔۱۳۰، نظم الدرر ، ص ۱۶۷۔۱۶۸،معارف رضا کراچی، ۱۹۹۹ء،ص ۱۹۴۔۱۹۵)

✪ علامہ شیخ سید اسمٰعیل بن خلیل رحمتہ اللہ علیہ،مکتبہ حرم کے ناظر،الدولة المکیه و حسام الحرمین کے مقرظ، فاضل بریلوی کے خلیفہ، آپ کے بھائی علامہ سید مصطفیٰ بن خلیل رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے خلیفہ اور آپ کے والد فاضل بریلوی کے احباب میں سے تھے۔

(علامہ سید اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۲۸ھ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے مکہ مکرمہ سے بریلی آئے۔(الملفوظ ،مرتبہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، مدینہ پبلی کیشنز کراچی، ج ۲،ص ۱۳۹)

✪ شیخ جمال مکی مالکی رحمتہ اللہ علیہ،مدرس (۱۲۸۵ھ۔۱۳۴۹ھ/۱۸۶۸ء۔۱۹۳۰ء)، الدولة المکیه و حسام الحرمین کے مقرظ، فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

(شیخ جمال مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

سیر و تراجم، ص ۹۰-۹۲، مختصر نشر النور، ص ۱۶۳، نظم الدرر، ص ۱۷۲)

✡ شیخ حسن بن عبدالرحمٰن عجیمی مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۸۹ھ-۱۳۶۱ھ/۱۸۷۲ء-۱۹۴۲ء) فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

(شیخ حسن عجیمی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات نشر الدرر، ص ۲۶ پر درج ہیں)

✡ علامہ شیخ سید حسین بن صادق دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۲۹۴ھ-۱۳۴۰ھ/۱۸۷۷ء-۱۹۲۱ء) کے خلیفہ۔

(علامہ سید حسین دحلان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

مختصر نشر النور، ص ۱۷۹، نظم الدرر، ص ۱۷۳، پاک ہند سے شائع ہونے والی کتب میں آپ کا نام علامہ سید عثمان دحلان مذکور ہے جو کہ کتابت کی غلطی ہے)

✡ شیخ خلف بن ابراہیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی حنابلہ، مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توھین الرشید و الخلیل" پر تقریظ قلم بند فرمائی۔

(شیخ خلف بن ابراہیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۵ھ تقریباً) کے حالات کے لئے دیکھئے: علماء نجد خلال ثمانیة قرون، شیخ عبداللہ بسام، طبع دوم ۱۴۱۹ھ دار العاصمہ ریاض، ج ۲، ص ۱۵۳-۱۵۷، مختصر نشر النور، ص ۴۲۴، نظم الدرر، ص ۱۴۴)

✡ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کا ذکر آئندہ سطور میں آ رہا ہے۔

✡ شیخ صالح بافضل مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۷۷ھ-۱۳۳۲ھ/۱۸۶۰ء-۱۹۱۴ء)، الدولة المکیه و حسام الحرمین پر تقریظ لکھی۔

(شیخ صالح محمد بافضل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

سیر و تراجم، ص ۱۳۲-۱۳۴، مختصر نشر النور، ص ۲۱۲-۲۱۳، نظم الدرر، ص ۱۸۲)

✡ شیخ صالح کمال مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہم مدرس، امام، خطیب، مفتی احناف، شیخ العلماء (۱۲۶۳ھ-۱۳۳۲ھ) سانحہ کربلا پر ایک کتاب لکھی، نیز حیلہ اسقاط کے موضوع پر "القول المختصر المفید لأ ھل

الانصاف فی بیان الدلیل لعمل اسقاط الصلاۃ و الصوم المشھور عند الاحناف ''لکھی جو ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ءکو مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی،الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین اورتقدیس الوکیل پر تقریظات موجود ہیں،فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

(شیخ صالح کمال حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اھل الحجاز،ص۲۸۲،سیرو تراجم،ص۲۳۳۔۲۳۵،مختصر نشر النور،ص۲۱۹،نظم الدرر،ص۱۸۲۔۱۸۳،معارف رضا۱۹۹۹ء،ص۱۹۵۔۱۹۶)

✡ شیخ عبدالحمید قدس مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، امام، مدرس (۱۲۸۰ھ۔۱۳۳۴ھ/۱۸۶۳ء۔۱۹۱۵ء)، زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر''الذخائر القدسیہ فی زیارۃ خیر البریۃ''(شیخ عبدالحمید قدس رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف''الذخائر القدسیۃ فی زیارۃ خیر البریۃ''کاایک مطبوعہ نسخہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا (پاکستان) کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے)

اورجشن عیدمیلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم پر''بلوغ المرام فی مولد النبی علیہ الصلاۃ و السلام''لکھی۔

(شیخ عبدالحمید قدس رحمتہ اللہ علیہ کے حالات آپ کی تصنیف''کنز النجاح و السرور فی الادعیۃ التی تشرح الصدور''قدیم اڈیشن کا عکس،طبع ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ءکے ابتدائی سات صفحات پر دیئے گئے ہیں۔نیز دیکھئے: سیرو تراجم،ص۱۵۷۔۱۵۹، مختصر نشر النور،ص۲۳۶۔۲۳۸، نظم الدرر،ص۱۹۳، الاعلام،ج۳،ص۲۸۸۔۲۸۹)

✡ شیخ عبدالرحمٰن دھان مکی حنفی رحمہ اللہ علیہ،مدرس (۱۲۸۳ھ۔۱۳۳۷ھ/۱۸۶۶ء۔۱۹۱۸ء)، الدولۃ المکیہ اور حسام الحرمین کے مقرظ،فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

(شیخ عبدالرحمٰن دھان رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

سیرو تراجم،ص۱۶۰۔۱۶۲، مختصر نشر النور،ص۲۴۱۔۲۴۲، نظم الدرر،ص۱۸۴۔۱۸۵)

✡ علامہ سیدعبدالکریم داغستانی مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ،مدرس (۱۲۶۷ھ۔۱۳۳۸ھ/۱۸۵۰ء۔۱۹۱۹ء) آپ سے لاتعدادعلماءکرام بالخصوص مدرسین نے استفادہ کیا اور آپ''الامام الکبیر''کہلائے،حسام الحرمین پر تقریظ لکھی۔

(علامہ سید عبدالکریم داغستانی مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے

سیرو تراجم،ص۲۱۲، مختصر نشر النور،ص۲۷۹، نظم الدرر،ص۱۹۴۔۱۹۵)

✡ شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد مکی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس، امام، خطیب، شیخ الخطباء والآئمہ (۱۲۸۵ھ۔ ۱۳۴۳ھ/ ۱۸۶۸ء۔۱۹۲۴ء)، دسویں سے چودھویں صدی ہجری تک کے اہم علماء مکہ مکرمہ کے حالات وکرامات پر ''نشر النور والزھر'' جیسی اہم کتاب تصنیف فرمائی جس میں فاضل بریلوی کا ذکر خیر کیا، آپ کے استفتاء کے جواب میں فاضل بریلوی نے ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' (کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کے موضوع پر) تصنیف کی، آپ حجاز مقدس میں آل سعود کے برپا کردہ انقلاب کے دوران طائف میں شہید کئے گئے، فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

(شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اعلام الشرقیۃ فی المائۃ الرابعۃ عشرۃ الھجرۃ، طبع دوم ۱۹۹۴ء، دارالغرب الاسلامی بیروت، ج۲، ص۹۰۲۔۹۰۳، اھل الحجاز،ص۲۷۶، سیرو تراجم،ص۱۹۳۔۱۹۵، مختصر نشر النور،ص۳۱۔۳۲، نشر الدرر،ص۴۳، الاعلام، ج۴،ص۷۰، معارف رضا ۱۹۹۹ء،ص۱۹۷۔۱۹۸)

✡ شیخ عبداللہ بن حُمَید عنیزی حنبلی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس، امام، مفتی حنابلہ (۱۲۹۰ھ۔۱۳۴۶ھ/ ۱۸۷۳ء۔۱۹۲۷ء)، آپ مفتی حنابلہ شیخ محمد بن حمید رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۳۶ھ۔۱۲۹۵ھ/ ۱۸۲۱ء۔۱۸۷۸ء) صاحب ''السحب الوابلۃ فی طبقات الحنابلۃ'' کے پوتے ہیں، الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھی۔

(شیخ عبداللہ بن حُمید رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

الاعلام، ج۴،ص۱۰۸، اھل الحجاز،ص۲۸۷، سیرو تراجم،ص۲۰۰۔۲۰۱)

✡ شیخ عبداللہ سراج حنفی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس، مفتی احناف (م۔۱۹۴۹ء) الدولۃ المکیہ کے مقرظ۔

✡ علامہ شیخ سید عبداللہ دحلان مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، امام، مدرس (۱۲۹۱ھ۔۱۳۰۶ھ/ ۱۸۷۴ء۔۱۹۴۱ء)، انڈونیشیا، ملائشیا، سنگاپور اور بعض عرب ممالک میں مدارس اسلامیہ قائم کئے، انڈونیشیا میں وفات پائی، فاضل بریلوی کے خلیفہ، الدولۃ المکیہ کے مقرظ۔

(علامہ سید عبداللہ دحلان رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: الاعلام، ج۴،ص۹۳، اھل

الحجاز،ص ۳۰۱۔۳۰۳،رجال من مکة المکرمة،ج ۳،ص ۱۹۸۔۲۱۸،مختصر نشر النور، ص ۲۹۴، نشر الدرر،ص ۴۸، نظم الدرر،ص ۱۹۱،معارف رضا ۱۹۹۹ء،ص ۱۹۸۔۲۰۰)

✡ شیخ علی بن صدیق کمال مکی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۵۳ھ۔۱۳۳۵ھ/ ۱۸۳۷ء۔۱۹۱۶ء)، الدولة المکیه و حسام الحرمین کے مقرظ۔

(شیخ علی بن صدیق کمال رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اهل الحجاز،ص ۲۷۵،سیر و تراجم،ص ۱۳۹، مختصر نشر النور،ص ۳۷۲، نظم الدرر، ص ۲۰۱۔۲۰۲)

✡ علامہ شیخ سید علوی بن احمد سقاف مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، شیخ السادة العلویه (۱۲۵۵ھ۔۱۳۳۷ھ/ ۱۸۳۹ء۔۱۹۱۸ء)،آپ نے ’’القول الجامع النجیح فی احکام صلاة التسابیح‘‘ کے علاوہ زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب لکھی۔

(علامہ سید علوی سقاف شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

الاعلام،ج ۴،ص ۲۴۹،سیر و تراجم،ص ۱۳۷۔۱۳۸،مختصر نشر النور،ص ۳۴۳۔۳۴۵، نظم الدرر،ص ۱۸۹۔۱۹۰)

✡ علامہ شیخ سید علوی بن عباس مکی مالکی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (۱۳۲۸ھ۔۱۳۹۱ھ/ ۱۹۱۰ء۔۱۹۷۱ء)۔آپ نے ’’مجموع فتاویٰ و رسائل‘‘ میں اختلافی مسائل نماز کے بعد دعا، تلقین میت، قبر والدہ ماجدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، محافل میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع موتیٰ وغیرہ پر دلائل پیش کئے۔

(مجموع فتاویٰ و رسائل، امام سید علوی مالکی، ۱۴۱۳ھ میں ۲۶۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی۔)

آپ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ (۱۳۱۰ھ۔۱۴۰۲ھ/ ۱۸۹۲ء۔۱۹۸۱ء) کے خلیفہ اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۹۴ھ۔۱۴۰۱ھ/ ۱۸۷۷ء۔۱۹۸۱ء) کے ارادتمندوں میں شامل ہیں۔

(علامہ سید علوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و علمی اسناد پر ان کے فرزند ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی علیہ الرحمہ نے

کتاب'' العقود اللؤ لؤ یة بالاسانید العلویة ''لکھی جس کے دو اڈیشن شائع ہوئے، علاوہ ازیں مجموع فتاویٰ و رسائل کے ابتدائی چھ صفحات پر آپ کے حالات قلمبند کئے، نیز دیکھئے الاعلام، ج ۴، ص ۲۵۰، اعلام الحجاز، ج ۲، ص ۲۷۴۔۲۸۴، تشنیف الاسماع، ص ۳۸۴۔۳۸۷، روز نامہ الندوۃ مکہ مکرمہ، شمارہ ۱۳/ نومبر ۱۹۹۷ء فاروق باسلامۃ کا مضمون بعنوان ''شخصیات مکیة۔علوی المالکی، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، مفتی اعظم ہند نمبر، شمارہ ستمبر، نومبر ۱۹۹۰ء، ص ۷۹۔ سالنامہ معارف رضا کراچی)

✡ شیخ عمر بن ابی بکر باجنید حضرمی مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس، مفتی شافعیہ (۱۲۶۳ھ۔۱۳۵۴ھ/ ۱۸۴۶ء۔۱۹۳۵ء)، الدولة المکیه و حسام الحرمین کے مقرظ۔

(شیخ عمر بن ابی بکر باجنید رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: تشنیف الاسماع، ص ۴۲۲۔۴۲۵، الدلیل المشیر، ص ۲۹۶۔۲۹۸، سیر و تراجم، ص ۱۴۷۔۱۴۸، نثر الدرر، ص ۵۰)

✡ شیخ عمر بن حمدان مَحرسی تیونسی مکی مدنی مالکی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۹۲ھ۔ ۱۳۶۸ھ/ ۱۸۷۵ء۔ ۱۹۹۴ء)، آپ ''محدث حرمین شریفین'' کے لقب سے مشہور ہوئے، فاضل بریلوی سے خلافت پائی اور حسام الحرمین پر تقریظ لکھی۔

(شیخ عمر حمدان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بعض اسناد کے متعلق مختصر کتاب'' اتحاف ذوی العرفان ببعض اسانید عمر حمدان ''لکھی جسے ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں مکتبۃ الاقتصاد مکہ مکرمہ نے شائع کیا، بعد ازاں آپ کے شاگرد شیخ محمد یاسین فادانی مکی (م۔۱۴۱۱ھ) نے آپ کے حالات و اسناد پر تین ضخیم جلدوں پر مشتمل'' مطمح الوجدان فی اسانید الشیخ عمر حمدان' 'لکھی، پھر خود ہی اس کی تلخیص دو جلدوں میں'' اتحاف الاخوان باختصار مطمح الوجدان'' کے نام سے کی جس کی پہلی جلد کا پہلا اڈیشن ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء میں قاہرہ سے اور دوسرا ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء میں دارالبصائر دمشق نے شائع کیا، نیز دیکھئے اعلام من ارض النبوۃ، انس یعقوب کتبی مدنی، طبع اول ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء مطابع دارالبلاد جدہ، ج ۱، ص ۱۶۹۔۱۸۲، تشنیف الاسماع، ص ۴۲۶۔۴۳۲، الدلیل المشیر، ص ۳۱۰۔۳۲۷، سیر و تراجم، ص ۲۰۴۔۲۰۷، نثر الدرر، ص ۴۵)

✡ علامہ سید محمد حامد بن احمد جداوی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۷۷ھ۔۱۳۴۲ھ/ ۱۸۶۱ء۔۱۹۲۳ء)، جامعہ الازہر میں تعلیم پائی،'' کفل الفقیه الفاهم '' کی تصنیف کے محرک اور حسام الحرمین کے مقرظ۔

(شیخ محمد حامد احمد جداوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سیر و تراجم، ص ۲۳۶ پر درج ہیں)

✡ شیخ محمد سعید بابصیل حضرمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس، مفتی شافعیہ (۱۲۴۵ھ۔۱۳۳۰ھ/ ۱۸۲۹ء۔ ۱۹۱۱ء) آپ ''شیخ الاسلام'' کے لقب سے معروف ہوئے، ردّ وھابیت پر ایک کتاب تصنیف کی، تقدیس الوکیل، الدولۃ المکیہ و حسام الحرمین پر تقریظات قلم بند کیں۔

(شیخ محمد سعید بابصیل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: سیر و تراجم، ص ۲۴۴، نثر الدرر، ص ۵۶)

✡ شیخ محمد عابد مالکی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس، مفتی مالکیہ (۱۲۷۵ھ۔۱۳۴۱ھ/ ۱۸۵۸ء۔۱۹۲۲ء)، وسیلہ کے موضوع پر ایک کتاب لکھی، تقدیس الوکیل، الدولۃ المکیہ اور حسام الحرمین پر تقریظات موجود ہیں۔

(شیخ محمد عابد مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے

الاعلام، ج ۳، ص ۲۴۲، اعلام الحجاز، ج ۳، ص ۳۴۷۔۳۵۴، سیر و تراجم، ص ۱۵۲۔۱۵۳، معارف رضا ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۹۔۱۸۰)

✡ علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد بن علوی مکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ۔۱۴۲۵ھ/ ۱۹۴۳ء۔۲۰۰۴ء) آپ نے عقائد اہل سنت کی توضیح و تشریح پر حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف، الذخائر المحمدیہ، اور مفاھیم یجب ان تصحح جیسی اہم کتب لکھیں، جن کے اُردو تراجم شائع ہو چکے ہیں ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں اس موضوع پر آپ کی تازہ تصنیف ''منھج السلف فھم النصوص بین النظریۃ و التطبیق'' ۶۲۴ صفحات پر مشتمل منظر عام پر آئی، علاوہ ازیں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلاف کی اہم کتب پر تحقیق کر کے انہیں شائع کیا، مکہ مکرمہ کے ایک قلم کار زھیر محمد جمیل کتبی (پ۔۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء) نے آپ کے حالات و خدمات پر ایک ضخیم کتاب ''المالکی عالم الحجاز'' لکھی جو مصر سے شائع ہوئی اور اس میں آپ کو پندرھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا گیا، مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ۔

(علامہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے مزید یکھئے:

اھل الحجاز، ص ۲۸۹۔۲۹۱، رجال من مکۃ المکرمۃ، ج ۲، اُردو میں آپ پر متعدد مضامین پاک و ہند سے طبع ہوئے، مثلاً مفتی محمد خان قادری کا مفصل مضمون ڈاکٹر سید محمد مالکی کی ایک اور اہم تصنیف ''شفاء الفواد فی

زيارة خير العباد" کے اردو ترجمہ کے آغاز میں نیز ماہنامہ جہان رضا لاہور میں شائع ہوا۔

علامہ سید علوی مالکی اور ان کے فرزند علامہ ڈاکٹر سید محمد مالکی سعودی عہد میں مسجد الحرام میں مدرس رہے، راقم نے یہاں ان کے اسمائے گرامی پوری چودھویں صدی ہجری کے اہم مدرسین مسجد الحرام کی حیثیت سے درج کئے ہیں۔)

✪ شیخ محمد علی مکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس، مفتی مالکیہ (۱۲۸۶ھ۔۱۳۶۷ھ/ ۱۸۶۹ء۔۱۹۴۸ء)، آپ امام النحويين، سيبوية العصر اور سكاكی زماں کے القاب سے جانے گئے، مختلف موضوعات پر ۴۴ سے زائد کتب تصنیف کیں، جن میں مسلک اہل سنت کی ترجمانی کی، چند کے نام یہ ہیں: انتصار الاعتصام بمعتمد كل مذهب من مذاهب الائمة الاعلام، سعادة الدارين بنجاة الابوين، الصارم المبيد لمنكر حكمة التقليد، ضياء الافلاك بحديث لولاك لما خلقت الافلاك، القواطع البرهانية فی بيان افك غلام احمد و اتباعه القاديانية، المقصد السديد فی بيان خطاء الشوكانی فيما افتتح به رسالة القول المفيد، الورد العلوی ، اور الهدی التام فی موارد المولد النبوی وما اعتيد فيه من القيام۔ الدولة المكية و حسام الحرمين پر تقاریظ لکھیں اور فاضل بریلوی سے خلافت پائی نیز آپ کی مدح میں ساٹھ اشعار کا قصیدہ لکھا جو آخر الذکر کتاب میں مطبوع ہے۔

(شیخ محمد علی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و اسناد پر ان کے شاگرد شیخ محمد یاسین فادانی نے کتاب "المسلك الجلی فی اسانيد فضيلة الشيخ محمد علی" لکھی جسے دار الطباعۃ المصریۃ الحدیثۃ نے طبع کیا، مزید دیکھئے الاعلام، ج۶، ص۳۰۵، تشنيف الاسماع، ص۳۹۳۔۳۹۷، الدليل المشير، ص۲۷۱۔۲۷۷، سیر وتراجم، ص۲۶۰۔۲۶۵، نثر الدرر، ص۴۴، فهرس مخطوطات مكتبة مكة المكرمة، پروفیسر ڈاکٹر عبدالوھاب ابراہیم ابوسلیمان وغیرہ دس اہل علم نے مل کر مرتب کی، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، مکتبۃ الملک فہد الوطنیۃ الریاض، ص۵۴۵ و دیگر صفحات، ماہنامہ المنهل جدہ، شمارہ جولائی ۱۹۴۸ء مضمون بعنوان "علمائونا المعاصرون۔ محمد علی مالكی" از قلم ایڈیٹر المنهل شیخ عبدالقدوس انصاری مدنی (م۔۱۴۰۳ء)، ص۳۵۵۔۳۵۸)

✪ شیخ محمد مراد قازانی مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء)، آپ نے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ) کا عربی ترجمہ کیا جو مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔

(شیخ محمد مراد قازانی رحمتہ اللہ علیہ کا مختصر تعارف الاعلام، ج ۷، ص ۹۵ پر ملاحظہ ہو۔ مکتوبات امام ربانی کے مکہ مکرمہ اڈیشن کا ایک نسخہ مجلس علمی لائبریری کراچی میں موجود ہے۔)

✿ علامہ سید محمد مرزوقی ابو حسین مکی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، امام مدرس (۱۲۸۴ھ۔۱۳۶۵ھ/ ۱۸۶۷ء۔ ۱۹۴۶ء) آپ ''ابو حنیفہ صغیر'' کے لقب سے ملقب ہوئے، الدولة المکیه و حسام الحرمین پر تقریظات لکھیں نیز فاضل بریلوی سے خلافت پائی جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا: وقد اجازنی الاجازة العامة العظیمة النفع، مولانا برکته الوجود وزینة الدنیا، تاج العلماء الاعلام، صاحب التالیف الکثیرة، والفضائل الشهیرة المولوی الحاج احمد رضا خان البریلوی رحمه الله رحمته واسعة۔

(علامہ سید محمد مرزوقی ابو حسین رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:
اهل الحجاز، ص ۲۸۳۔۲۸۴، تشنیف الاسماع، ص ۵۰۷۔۵۰۸،)

✿ شیخ محمد یوسف خیاط مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس، انڈونیشیا میں وفات پائی، ماہر فلکیات، الدولة المکیه و حسام الحرمین پر تقاریظ موجود ہیں۔

(شیخ محمد بن یوسف خیاط رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: الاعلام، ج ۷، ص ۱۵۶، سیر وتراجم، ص ۱۱۰۔۱۱۱، مختصر نشر النور، ص ۴۲۹۔۴۳۰، نثر الدرر، ص ۵۷)

✿ شیخ محمود شکری نقشبندی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، ناظر مکتبہ مسجد الحرام، مدرس (۱۲۳۳ھ۔۱۳۰۴ھ/ ۱۸۱۷ء۔۱۸۸۶ء) آپ نے مشائخ نقشبندیہ کی تعلیمات پر کتاب لکھی۔

(شیخ محمود شکری رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر حالات مختصر نشر النور، ص ۴۹۵، نظم الدرر، ص ۲۰۴ پر درج ہیں)

✿ شیخ مختار بن عطارد جاوی مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۷۸ھ۔۱۳۴۹ھ/ ۱۸۶۱ء۔۱۹۳۰ء)، عارف باللہ، آپ کے حلقہ درس میں چار سو تک علماء وطلباء بیک وقت دیکھنے میں آئے، الدولة المکیه پر تقریظ لکھی۔

(شیخ مختار بن عطارد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: تشنیف الاسماع، ص ۵۴۲۔۵۴۴، سیر وتراجم، ص ۲۴۵، نثر الدرر، ص ۵۷)

گزشتہ سطور میں چودھویں صدی ہجری کی مسجد الحرام میں مختلف مناصب عالیہ پر فائز صف اوّل کے اکتالیس علماء کرام کا فاضل بریلوی سے تعلق یا ان کے معتقدات کا ہلکا سا خاکہ بطور نمونہ پیش کیا گیا، ان میں سے متعدد علماء کرام

دیگر اہم عہدوں چیف جسٹس، جسٹس، مدارس اسلامیہ کے بانی یا مدرسین، اصلاحی و تعمیری اور تعلیمی تنظیموں، اداروں کے رکن یا سرپرست رہے، لیکن راقم نے طوالت کے خوف سے ان علماء کرام کی خدمات کا مفصل تذکرہ کرنے کی بجائے ان کے مسجد الحرام سے تعلق کو ہی تحریر کا موضوع بنایا، البتہ حواشی میں ان کے سوانحی ماخذ کی نشان دہی کر دی گئی ہے، مذکورہ دور کے پورے عالم اسلام کی فروغ علم، تصنیف و تالیف اور عقائد اسلامیہ کے دفاع کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے کسی بھی مکتب فکر کے منصف مزاج مؤرخ و محقق کے لئے ان علماء کرام کی خدمات جلیلہ کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔

مکہ مکرمہ میں رائج دوسرے ذریعہ تعلیم "مدارس" کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو مسجد الحرام سے باہر سب سے قدیم مدرسہ کا نام "مدرسہ سلطان قایتبائی" ملتا ہے، جسے مصر کے سلطان ابوالنصر سیف الدین قایتبائی محمودی (۸۱۵ھ۔ ۹۰۱ھ/ ۱۴۲۱ء۔۱۴۹۶ء) نے مسجد الحرام کے قریب ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۷ء میں بنوایا، دوسرا مدرسہ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب سلطان بنگالہ غیاث الدین نے قائم کیا، ان مدارس کے ساتھ غریب طلباء کے لئے قیام کا انتظام بھی کیا گیا تھا، اور ان میں مذاہب اربعہ کے مطابق نصاب رائج کیا گیا، ایک اور مدرسہ علم و فضل میں مشہور مکہ مکرمہ میں آباد منوفی خاندان (منوفی خاندان کے چند اور علماء کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں: شیخ محمد بن احمد منوفی (م۔۱۰۴۴ھ)، شیخ محمد بن محمد منوفی (م۔۱۰۹۱ھ)، مفتی شافعیہ شیخ سعید منوفی (م۔۱۱۲۰ھ)، شیخ زین العابدین منوفی (م۔۱۱۵۱ھ)، شیخ تاج الدین منوفی (م۔۱۱۵۷ھ)، شیخ حسین منوفی (م۔۱۱۶۷ھ) اور شیخ ابراہیم منوفی (م۔۱۱۸۷ھ) رحمتہ اللہ علیہم اجمعین، ان سب کے حالات مختصر نشر النور اور نظم الدرر میں درج ہیں۔) کے عالم شیخ عبدالجواد منوفی شافعی رحمتہ اللہ علیہ (م۔۱۰۶۸ھ) نے قائم کیا، لیکن اس سے قبل عثمانی خلیفہ سلطان سلیمان نے ۹۷۲ھ/ ۱۵۶۵ء میں مذاہب اربعہ کی مناسبت سے مسجد الحرام سے ملحق شمالی جانب چار مدارس قائم کئے (اھل الحجاز، ص ۱۷۷۔۱۷۹، الحرکۃ الادبیۃ، ص ۱۴۰، مختصر نشر النور، ص ۲۳۰۔۲۳۱، نظم الدرر، ص ۳۶) اس دوران حجاج کرام اور اہل ثروت کے تعاون سے مدارس کے قیام کا سلسلہ جاری رہا۔ ابتدائے اسلام سے عہد عثمانی کے آخر تک مسجد الحرام کی ایک بین الاقوامی یونیورسٹی کی حیثیت مسلّم رہی، سلطان سلیم عثمانی نے اپنے دور خلافت ۹۸۱ھ سے ۹۸۴ھ تک مسجد احرام کی بڑے پیمانے پر تعمیرِ جدید اور توسیع کرائی، اور یہ کام ان کے بیٹے سلطان مراد کے دور خلافت میں مکمل ہوا (اعلام الحجاز، ج ۲، ص ۲۶، اھل الحجاز، ص ۱۷۷۔۱۷۸) مسجد الحرام کی اسی عظیم توسیع کے بعد غالباً مزید

مدارس کے قیام کی ضرورت نہ رہی، تا آنکہ انیسویں صدی کے آخر میں عثمانیوں نے ''مدرسہ رُشدیہ'' قائم کیا جس کا نصاب ترکی زبان میں مرتب کیا گیا (الحرکۃ الادبیۃ، ص ۱۴۵) یہ خلافت عثمانیہ کے زوال کا دور تھا، اس دوران مسجد الحرام میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ بدستور درجہ کمال پر رہا لیکن سیاسی زوال کے باعث حکمران بڑھتی ہوئی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مزید مدارس قائم نہ کر سکے، اس پر اہل خیر حضرات آگے بڑھے اور چار بڑے مدارس قائم کئے جن کے نام اور سنِ تاسیس یہ ہیں:

- مدرسہ صولتیہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء
- مدرسہ فخریہ ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء
- مدرسہ خیریہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء
- مدرسہ فلاح ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں کلکتہ کی ایک صاحب حیثیت خاتون صولت النساء بیگم حج وزیارت کے لئے گئیں تو ان کی مالی معاونت سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۳ھ۔۱۳۰۸ھ/ ۱۸۱۷ء۔۱۸۹۱ء) کی سرپرستی میں مدرسہ صولتیہ قائم ہوا جو مسجد الحرام کے حلقات دروس کے بعد اس صدی کے نصف اوّل کے مکہ مکرمہ کی دوسری بڑی درس گاہ ثابت ہوئی مملکت ھاشمیہ حجاز کے پہلے بادشاہ سید حسین بن علی ھاشمی (۱۲۷۰ھ۔۱۳۵۰ھ/۱۸۵۴ء۔۱۹۳۱ء) نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی، نیز اس کے فارغ التحصیل علماء کرام مختلف اہم مناصب مفتی احناف، مفتی مالکیہ، مفتی شافعیہ، شیخ العلماء، شیخ الخطباء والائمہ، مدرس حرم، امام حرم، خطیب حرم، شیخ القراء، جسٹس، چیف جسٹس، وزیر اعظم، رئیس مجلس شوریٰ، شرعی عدالت کے جج اور بیت اللہ کے کنجی بردار وغیرہ پر فائز رہے، اسلامی علوم پر متعدد کتب تصنیف کیں، نیز مختلف اسلامی ممالک میں مدارس اور تنظیمیں قائم کیں۔

(اعلام الحجاز، ج ۲، ص ۲۸۶۔۳۱۳، المنہل جنوری ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۲۔۱۶۷)

اس مدرسہ کے بانی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے جلیل القدر اہل سنت عالم دین، صوفی کامل، مناظر اسلام، ردعیسائیت پر ''اظہار الحق'' جیسی بے مثل کتاب کے مصنف تھے۔

عثمانی خلیفہ عبدالحمید، ان کے وزیر اعظم خیر الدین پاشا تیونسی اور خلافت عثمانیہ میں علماء کے اعلیٰ ترین منصب ''شیخ الاسلام'' پر تعینات شیخ احمد اسعد مدنی سمیت حکومت کے اعلیٰ عہدیداران مولانا کیرانوی کے قدردانوں میں

شامل تھے،سلطان عبدالحمید نے آپ کو ایوارڈ ''نشان مجیدی'' پیش کرنے کے علاوہ شیخ الاسلام کی تجویز پر ''إیایة حرمین'' کا خطاب دیا۔

موجودہ دور میں سعودی حکومت کے اکابر علماء میں سے ایک اہم قلمکار، ندوة العالمیه للشباب الاسلامی، ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (wamy) کے سیکرٹری جنرل مانع بن حماد الجہنی (م ۔۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) رقمطراز ہیں:

''موجودہ صدی کے آغاز میں دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ایک عالم نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا جس نے دینی علوم کے فروغ میں شاندار خدمات انجام دیں''۔

(الموسوعة الميسّرة فی الادیان والمذاهب والاحزاب المعاصرة، ڈاکٹر مانع بن حماد الجہنی، طبع سوم ۱۴۱۸ھ، دار الندوة العالمیه للطباعة والنشر والتوزیخ الریاض، ج ۱، ص ۳۱۱)

ڈاکٹر موصوف نے دو جلدوں پر مشتمل اپنی اس تصنیف میں متعدد مقامات پر بہت سی باتیں بے بنیاد لکھ دیں ہیں، مذکورہ بالا عبارت ان میں سے ایک ہے، جب کہ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے قائم کیا، جن کا دارالعلوم دیوبند سے کسی بھی نوعیت کا کوئی تعلق نہ تھا، اور یہ مدرسہ موجودہ صدی کے آغاز کی بجائے گزشتہ صدی کے آخر میں قائم ہوا۔ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں مولانا کیرانوی اور پادری فنڈر کے درمیان آگرہ ہندوستان میں مناظرہ ہوا، جس کی روئیداد عربی اُردو وغیرہ زبانوں میں شائع ہوچکی ہے، اس مناظرہ میں عیسائی مناظر کو شکست فاش ہوئی، مناظرہ آگرہ کی وجہ سے انگریز حکمران مولانا کیرانوی پر برہم تھے، اس پر مزید یہ کہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جس پر انگریزوں نے آپ کی جائیداد ضبط کر کے آپ پر فوجداری مقدمہ چلانے کا حکم دے کر مولانا کی گرفتاری پر انعام مقرر کر دیا، چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے یمن کے راستے ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے، ادھر انگریز حکمرانوں نے ہندوستان میں مولانا کیرانوی کی تمام جائیداد و املاک ۳۰/جنوری ۱۸۶۴ء کو نیلام کر دی۔

(اعلام الحجاز، ج ۲، ص ۲۹۳، سیر و تراجم، ص ۱۰۸۔۱۱۲، مہر منیر، مولانا فیض احمد فیض، طبع پنجم ۱۹۸۷ء، دربار عالیہ گولڑا شریف ضلع اسلام آباد، ص ۳۹۸۔۴۰۰)

ڈاکٹر مانع تسلیم کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء کو عمل میں آیا۔

(الموسوعة المیسرة، ج ۱، ص ۳۰۸)

لہذا اوپر دیئے گئے حقائق کی روشنی میں یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا کیرانوی دارالعلوم دیوبند کے قیام سے آٹھ سال پہلے ہندوستان چھوڑ چکے تھے اور پھر لوٹ کر نہیں آئے تا آنکہ مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں آپ کی عمر ۴۹ برس سے زائد تھی اور آپ مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں آپ کے علم وفضل کا طوطی بول رہا تھا، چنانچہ یہ دعویٰ کہ مولانا کیرانوی نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی، یا اس کے قیام میں کسی قسم کی معاونت کی، یا یہ کہ اس دارالعلوم کے فارغ التحصیل کسی عالم نے مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی، سراسر بے بنیاد ہے۔

مولانا کیرانوی کا عقیدہ خود ان کی تحریروں سے واضح ہے، چنانچہ عارف باللہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۳۳ھ۔۱۳۱۷ھ) (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: علماء العرب فی شبہ القارۃ، شیخ یونس ابراہیم السامرائی، طبع اول ۱۹۸۶ء، وزارت اوقاف بغداد (عراق)، ص ۷۲۸۔۷۲۹، مختصر نشر النور، ص۱۳۴، نظم الدرر، ص ۱۶۸) کے مرید وخلیفہ مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ (م۔۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) رقمطراز ہیں کہ تصحیح عقائد اہل سنت کا حصہ میں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی سے لیا، آپ میرے اساتذہ میں اول استاد ہیں۔ (انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ، مولانا عبدالسمیع میرٹھی رامپوری، طبع ۱۳۴۶ھ، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۲۹۷)

اور پھر ۱۳۰۲ھ میں جب مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ علماء دیوبند نے مسلک اہل سنت کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا تو مولانا عبدالسمیع میرٹھی نے اسی برس اس کی تردید میں ایک ضخیم کتاب ''انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ'' لکھ کر شائع کردی، ۱۳۰۷ھ میں انوار ساطعہ کے دوسرے اڈیشن پر ہندوستان بھر کے چوبیس اکابر علماء اہل سنت نے تقریظات لکھیں، ان میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تقریظ بھی شامل ہے، علاوہ ازیں ''تقدیس الوکیل'' پر آپ کی مفصل تقریظ موجود ہے، مزید براں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا کیرانوی کو ''فخر العلماء'' کا خطاب دیا، تجلیات مہر انور کی پہلی جلد میں اس موضوع پر سیر حاصل مواد موجود ہے۔

(تجلیات مہر انور، ص ۳۱۰۔۳۳۵)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی بن خلیل الرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ پہلے مسجد الحرام اور پھر مدرسہ صولتیہ میں تدریسی خدمات

انجام دیتے رہے تا آنکہ آپ نے مکہ مکرمہ میں ہی وفات پائی، اس وقت مدرسہ صولتیہ پورے جزیرہ عرب کا سب سے اہم مدرسہ بن چکا تھا، آپ کے بعد آپ کے بھائی کے پوتے مولانا محمد سعید بن محمد صدیق بن علی اکبر بن خلیل الرحمٰن کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۹۰ھ۔۱۳۵۷ھ/۱۸۷۳ء۔۱۹۳۸ء) نے مہتمم مدرسہ کی ذمہ داری سنبھالی۔

(مولانا محمد سعید کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: نشر الدرر، ص ۷۴، تجلیات مہر انور، ص ۳۲۹)

تقدیس الوکیل پر مولانا محمد سعید کی تقریظ موجود ہے، علاوہ ازیں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کی اختلافی مسائل پر فیصلہ کن تصنیف ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کا پہلا اڈیشن انہی مولانا محمد سعید کے اہتمام سے مکہ مکرمہ سے شائع ہوا، جو اُن کے اہل سنت ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

علاوہ ازیں صولتیہ کے مدرس اول مولانا حضرت نور افغانی پشاوری مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء) (مولانا حضرت نور افغانی پشاوری مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات مختصر نشر النور، ص ۵۰۳۔۵۰۴ اور نظم الدرر ۲۱۴ پر درج ہیں) اور مدرس دوم مولانا عبد السبحان رحمتہ اللہ علیہ نے تقدیس الوکیل پر تقریظ لکھی، فاضل بریلوی کے خلیفہ علامہ سید احمد ناضرین مدرس اور شیخ عبد الرحمٰن دھان حنفی مدرس اول رہے، جن علماء مکہ مکرمہ نے مسجد الحرام میں اور بعد ازاں صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے تعلیم پائی اور پھر مسلک اہل سنت پر اپنی تحریریں یادگار چھوڑیں ان میں مفتی احناف شیخ عبد الرحمٰن سراج، مفتی احناف و چیف جسٹس شیخ عبد اللہ سراج، شیخ الخطباء شیخ احمد ابو الخیر مرداد، قاضی مکہ شیخ اسعد دھان، علامہ سید حسین دحلان، مفتی مالکیہ شیخ محمد عابدین حسین مالکی، قاضی مکہ شیخ عبد اللہ ابو الخیر مرداد شہید، مبلغ اسلام علامہ سید عبد اللہ دحلان، قاضی جدہ علامہ سید محمد حامد احمد جداوی اور قاضی جدہ و مفتی احناف شیخ محمد صالح کمال حنفی کے اسماء گرامی اہم ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ بعد ازاں ڈاکٹر علامہ سید محمد بن علوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو مدرسہ صولتیہ میں قیام فرمایا جبکہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ زندہ اور مدرسہ میں موجود تھے۔ (مہر منیر، ص ۱۱۸۔۱۱۹)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے زندگی کے آخری ایام میں محلّہ جیاد میں مدرسہ احمدیہ قائم کیا، جس میں تجوید و حفظ قرآن پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور فاضل بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کے مقرظ

قاری حافظ شیخ احمد مکی بنگالی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مدرس و مہتمم تھے،۱۳۱۰ھ میں اس مدرسہ میں ۶۵ طلباء پڑھتے تھے، جنازہ کے ساتھ بہ آواز بلند ذکر اللہ کے جواز پر مولانا محمد عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی اردو کتاب ''الاجازۃ فی الذکر الجھر مع الجنازۃ'' پر انہی شیخ احمد مکی نے عربی میں پانچ صفحات کی تقریظ لکھی۔

(الاجازۃ فی الذکر الجھر مع الجنازۃ، مولانا محمد عمر الدین ہزاروی، طبع دوم، مطبع گلزار حسینی بمبئی)

مدرسہ صولتیہ کے بعد اس شہر مقدس کا دوسرا اہم مدرسہ فخریہ، مدرس مسجد الحرام شیخ عبدالحق القاری نے اور تیسرا مدرسہ خیریہ، مدرس مسجد الحرام شیخ محمد حسین خیاط نے قائم کیا، اور یہ دونوں علماء مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے شاگرد تھے۔

(اعلام الحجاز، ج۲، ص۲۱۔۳۰۵۔۳۰۶، الحرکۃ الادبیۃ، ص۱۴۷۔۱۴۸)

جدہ شہر کے ایک تاجر (الحاج محمد علی زینل کے حالات اعلام الحجاز، ج۱، ص۳۱۶۔۳۳۰ پر ملاحظہ ہوں) الحاج محمد علی زینل آل رضا (م۔۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) نے جدہ، مکہ مکرمہ، بمبئی، عدن، دبئی اور بحرین میں ''الفلاح'' کے نام سے دینی مدارس قائم کئے، مدرسہ فلاح عثمانی عہد کے مکہ مکرمہ میں قائم ہونے والا آخری مدرسہ تھا جو کارکردگی کے اعتبار سے مدرسہ صولتیہ کے بعد دوسرا بڑا مدرسہ ثابت ہوا، علامہ سید محمد احمد جداوی رحمۃ اللہ علیہ (حسام الحرمین کے مقرظ) ۱۳۳۰ھ۔۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۱ء۔۱۹۱۵ء تک مدرسہ فلاح مکہ مکرمہ کے پہلے مہتمم وصدر مدرس رہے، اور جسٹس مکہ علامہ سید ابوبکر حبشی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۰ھ۔۱۳۷۴ھ/۱۹۰۲ء۔۱۹۵۴ء) جو ۱۳۵۲ھ۔۱۳۶۲ھ/ ۱۹۳۳ء۔۱۹۴۳ء تک اس مدرسہ کے چھٹے مہتمم رہے (علامہ سید ابوبکر حبشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ان کی تصنیف الدلیل المشیر کے آغاز میں درج ہیں۔ نیز دیکھئے: الاعلام، ج۲، ص۶۲، اھل الحجاز، ص۲۶۰۔۲۶۲، سیر و تراجم، ص۲۵۔۲۷، نشر الدرر، ص۲۳) آپ اپنے دادا مفتی شافعیہ شیخ الاسلام علامہ سید حسین بن محمد حبشی مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۸ھ۔۱۳۳۰ھ/۱۸۴۲ء۔۱۹۱۲ء) (علامہ سید حسین حبشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر آپ کے شاگرد شیخ عبدالحمید قدس نے ''مواھب المعید المنشی فی مأثر السید حسین الحبشی'' لکھی جس کا مخطوطہ مکہ مکرمہ لائبریری میں زیر نمبر ۸۴/ تاریخ موجود ہے، آپ کے دوسرے شاگرد شیخ عبداللہ غازی مکی (م۔۱۳۶۵ھ) نے ''فتح القوی فی ذکر اسانید السید حسین الحبشی العلوی'' لکھی جس کا پہلا اڈیشن ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء میں مکہ مکرمہ سے شائع ہوا، نیز دیکھئے: الدلیل المشیر، ص۹۲۔۹۷، سیر و تراجم، ص۹۹، فھرس الفھارس، ج۱، ص۳۲۰۔۳۲۱، مختصر نشر النور، ص۱۷۷۔۱۷۹، نظم الدرر، ص۱۷۲۔۱۷۳) کے علاوہ حسان العصر امام

یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۶۵ھ۔۱۳۵۰ھ/ ۱۸۴۹ء۔۱۹۳۱ء) (علامہ یوسف نبہانی فلسطینی ثم بیروتی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے ان کی تصنیف ''اتحاف المسلم'' طبع اول ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء، مرکز جمعۃ الماجد للثقافۃ والتراث دبئی، حالات مصنف از قلم مامون الصاغرجی، ص ۴۵۔۵۴، ڈاکٹر عیسیٰ محمد علی الماخی نے علامہ نبہانی پر مقالہ ڈاکٹریٹ لکھ کر ۱۹۷۸ء میں جامعہ ازہر سے ڈگری حاصل کی، الاعلام، ج ۸، ص ۲۱۸، الدلیل المشیر، ص ۴۰۱۔۴۱۲، فہرس الفہارس، ج ۱، ص ۱۸۴۔۱۸۵، ج ۲، ص ۱۱۰۷۔۱۱۱۰، محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الشعر الحدیث، ڈاکٹر حلمی قاعود، طبع اول ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء، دارالوفا منصورہ مصر، ص ۱۲۶۔۱۲۸، خلیل احمد رانا نے آپ پر اردو میں مختصر کتاب '' نابغۃ فلسطین '' لکھی جو ادارہ دارالفیض گنج بخش لاہور سے شائع ہوئی، ماہنامہ نعت لاہور نے فروری ۱۹۹۳ء میں آپ کی نعتیہ شاعری پر خصوصی اشاعت پیش کی۔) سمیت عالم اسلام کے متعدد علماء و مشائخ سے تصوف کے مختلف سلاسل میں مجاز تھے (الدلیل المشیر میں آپ نے اپنے ایک سو دو سے زائد اساتذہ و مشائخ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔) علامہ سید ابوبکر حبشی نے اپنی عظیم تصنیف ''الدلیل المشیر'' میں متعدد مقامات پر فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا ہے۔

(الدلیل المشیر، ص ۲۵۴، ۳۸۸، ۴۳۷)

مدرسہ فلاح کے ساتویں مہتمم حجاز مقدس کے مشہور ماہر تعلیم علامہ سید اسحاق عزوز مکی شافعی رحمتہ اللہ علیہ (۱۳۳۰ھ۔۱۴۱۵ھ/ ۱۹۱۲ء۔۱۹۹۴ء) طالب علم، مدرس اور پھر مہتمم کی حیثیت سے ساٹھ برس تک اس مدرسہ سے وابستہ رہے، آپ فاضل بریلوی کے خلیفہ، شیخ احمد ناضرین مکی کے بھانجا اور شاگرد ہیں، علامہ سید اسحاق عزوز نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی، ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی مکی نے اپنی اہم تصنیف ''انھا فاطمۃ الزھراء'' رضی اللہ عنھا کا انتساب اپنے استاد علامہ سید اسحاق عزوز کے نام کیا۔

(علامہ سید اسحاق عزوز رحمتہ اللہ علیہ کے حالات آپ کی تصنیف ''اطیب الذکریٰ فی مناقب و اخبار خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا'' طبع اول ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء کے آغاز میں دیئے گئے ہیں، نیز دیکھئے: اھل الحجاز، ص ۲۰۲ و دیگر صفحات، رجال من مکۃ المکرمۃ، ج ۳، ص ۱۲۵۔۱۴۱)

شیخ عبدالمحسن رضوان مکی شافعی ۱۳۷۸ھ۔۱۴۰۵ھ/ ۱۹۵۸ء۔۱۹۸۵ء تک مدرسہ فلاح کے آٹھویں مہتمم رہے (مدرسہ فلاح مکہ مکرمہ کی مختصر تاریخ اھل الحجاز، ص ۱۸۷۔۲۰۱ پر درج ہے، نیز دیکھئے: المنھل شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء

میں محمود عارف کا مضمون ''مدارس الفلاح''، ص ۱۶۸۔۱۷۱) جن کے ایک چچا علامہ سید محمد عبدالباری رضوان مدنی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۹۵ھ۔۱۳۵۸ھ/ ۱۸۷۸ء۔۱۹۴۰ء) نے الدولة المکیه پر (علامہ سید محمد عبدالباری رضوان رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: اھل الحجاز ص ۲۸۵۔۲۸۷، سیر و تراجم، ص ۲۸۹۔۲۹۰) اور دوسرے چچا علامہ سید عباس رضوان مدنی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۹۳ھ۔۱۳۴۶ھ/ ۱۸۷۶ے۔۱۹۲۷ء) نے الدولة المکیه و حسام الحرمین پر تقریظات لکھیں (علامہ سید عباس رضوان مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

اعلام من ارض النبوة، ج ۲، ص ۱۱۳۔۱۱۷، تشنیف الاسماع، ص ۲۶۲۔۲۶۵، المنھل، شمارہ اپریل ۱۹۷۰ء، عبدالقدوس انصاری کا مضمون ''تراجم العلماء۔السید عباس رضوان المدنی''، ص ۱۳۱۔۱۳۵) اور آپ کے والد علامہ سید عبدالمحسن رضوان مدنی ثم مکی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۹۲ھ۔۱۳۸۱ھ/ ۱۸۷۵ء۔۱۹۶۱ء) سے اہل علم کی کثیر تعداد نے دلائل الخیرات و قصیده برده کی اجازت حاصل کی، نیز آپ نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی، و حضرت امام ابوالحسن شاذلی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ اکابر صوفیاء کرام کے اوراد و اذکار کو ان سے متعلق اپنی اسناد کے ساتھ یکجا مصر سے شائع کرایا۔

(علامہ سید عبدالمحسن رضوان رحمتہ اللہ علیہ کے حالات تشنیف الاسماع، ص ۳۶۱۔۳۶۲ پر ملاحظہ ہوں۔)

مختلف اوقات میں مدرسہ فلاح میں تدریسی خدمات انجام دینے والے علماء میں محدث حرمین شیخ عمر حمدان محرسی، شیخ احمد ناضرین شافعی، علامہ سید علوی مالکی، شیخ محمد نور سیف مالکی مکی (۱۳۲۴ھ۔۱۴۰۳ھ/ ۱۹۰۶ء۔۱۹۸۲ء) اور علامہ سید محمد امین کتبی مکی حنفی (۱۳۲۷ھ۔۱۴۰۴ھ/ ۱۹۰۹ء۔۱۹۸۳ء) رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی اہم ہیں، شیخ سید محمد امین کتبی نے مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے خلافت پائی (ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، مفتی اعظم ہند نمبر، ص ۷۸) شیخ محمد نور سیف مالکی اور شیخ سید محمد امین کتبی حنفی رحمہم اللہ تعالیٰ، مولانا ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مند تھے۔

مدرسہ فلاح میں تعلیم پانے والوں میں شیخ احمد ناضرین، علامہ سید علوی مالکی اور ان کے فرزند ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی، شیخ محمد نور سیف اور ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی مکی کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ سعودی دور کے سابق وزیر اطلاعات ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی آج کے حجاز کی مشہور علمی و سماجی شخصیات میں سے ہیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت

رسول نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کے جذبہ کو اجاگر کرنے کے لئے ان موضوعات پر الگ الگ کتب تالیف کیں جنہیں شائقین نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کے متعدد اڈیشن شائع ہوئے، علاوہ ازیں لندن (برطانیہ) سے شائع ہونے والے عربی کے کثیر الاشاعت روزنامہ "الشرق الاوسط" میں گذشتہ کئی سال سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اس مناسبت سے آپ کے مضامین شائع ہو رہے ہیں، پاکستان کے علماء اہل سنت نے ڈاکٹر محمد عبدہٗ کی متعدد مؤلفات کے اُردو تراجم شائع کر دیئے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

مدارس فلاح کے ضمن میں عرض ہے کہ اس کی بمبئی شاخ میں عرب دنیا کے اساتذہ تعینات تھے، نیز اس کے طلباء میں عرب بھی شامل تھے، چنانچہ مدرسہ فلاح بمبئی کے مدرس علامہ فقیہ شیخ محمد امین سوید دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۳ھ۔ ۱۳۵۵ھ/۱۸۵۶ء۔۱۹۳۶ء) نے الدولة المكيه پر تقریظ لکھی (شیخ محمد امین سوید دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری، محمد مطیع الحافظ ونزار اباظہ، طبع اول ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء دار الفکر دمشق، ج ۱ ص ۵۰۳۔۵۰۸، الاعلام، ج ۶ ص ۴۴، الدلیل المشیر، ص ۵۹۔۶۴) اور دوسرے مدرس امام العالم العامل فقیہ محدث شیخ محمود عطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۴ھ۔۱۳۶۲ھ/ ۱۸۶۷ء۔۱۹۴۳ء) نے میلاد وقیام کے بارے میں (شیخ محمود عطار دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے:

استحباب القیام عند ذکر ولادته علیه الصلوٰة والسلام، شیخ محمود عطار، طبع ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، حالات مصنف ص ۵۔۱۰، الاعلام، ج ۷ ص ۱۲۹، تاریخ علماء دمشق، ج ۲ ص ۵۹۶۔۵۹۹) شیخ رشید احمد گنگوھی و شیخ خلیل احمد انبیٹھوی کے جاری کردہ فتویٰ (اس فتوے کے مکمل متن کے لئے دیکھئے: براهین قاطعه، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، طبع ۱۹۸۷ء، دار الاشاعت کراچی، ص ۱۵۱۔۱۵۲) کی تردید میں ایک مفصل مقالہ بعنوان "استحباب القیام عند ذکر ولادته علیه الصلوٰة والسلام لکھ کر ماہنامہ "الحقائق" دمشق (سن اجراء ۱۳۲۸ھ) سے شائع کرایا (ماہنامہ حقائق، دمشق، شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ، ص ۲۰۱۔۲۱۲) جس کا کتابی صورت میں تازہ اڈیشن ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں شام سے شائع ہوا۔

مذکورہ دور میں مسجد الحرام اور شہر مقدس میں قائم مدارس کے علاوہ متعدد علماء کرام کے گھر علمی مراکز کی حیثیت رکھتے تھے جیسا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ الدلائل مولانا محمد عبد الحق الہٰ آبادی (۱۲۵۲ھ۔۱۳۳۳ھ/ ۱۸۳۶ء۔

۱۹۱۵ء)اور شیخ محمد عابد مالکی رحمہم اللہ تعالیٰ کے گھر، عارف باللہ حاجی امداداللہ اپنی رہائش گاہ پر تفسیر، توحید، فقہ اور تصوف پر درس دیا کرتے، امام العصر شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے آپ سے استفادہ کیا اور سلسلہ نقشبندیہ میں آپ سے بیعت کی (الدلیل المشیر ،ص۴۰۳) حاجی صاحب کے معتقدات ان کی تصنیفات بالخصوص فیصلہ ہفت مسئلہ سے ظاہر ہیں، یہ کتاب آپ نے مکہ مکرمہ میں لکھی، نیز انوار ساطعہ پر آپ کے تائیدی کلمات اور تقدیس الوکیل پر تقریظ موجود ہے۔

مولانا عبدالحق الہٰ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا عبدالحق الہٰ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے :

علماء العرب فی شبہ القارۃ الھندیہ ،ص۷۷۶، فھرس الفھارس والاثبات، ج۲،ص۷۲۸، مختصر نشر النور ،ص۲۳۳، نظم الدرر ،ص۲۰۲-۲۰۳،الاعلام، ج۶،ص۱۸۶،الملفوظ، ج۲،ص۱۳۶)

پچاس برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی، اس دوران آپ نے عربی زبان میں تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس پر بھر پور توجہ دی اور اسلامی دنیا کے لاتعداد طلباء نے آپ سے استفادہ کیا اور اپنے دور کے اکابر علماء میں شمار ہوئے، آپ کے گھر میں اگر ایک طرف طلباء تعلیم وتعلم میں مشغول ہوتے تو دوسری طرف زائرین حرم آپ سے ملاقات، بیعت وارادت اور دلائل الخیرات کی اجازت کے لئے موجود ہوتے، مشہور سوانح نگار خیرالدین زِرِکْلی دمشقی (۱۳۱۰ھ-۱۳۹۶ھ/۱۸۹۳ء-۱۹۷۶ء) نے مولانا الہٰ آبادی کے بارے میں نہ جانے کیسے لکھ دیا کہ "ضعیف الحدیث"" (الاعلام، ج۶،ص۱۸۶) جب کہ مولانا الہٰ آبادی نے علم حدیث شیخ عبدالغنی دہلوی مہاجر مدنی (۱۲۳۵ھ-۱۲۹۶ھ) اور شیخ قطب الدین دہلوی مہاجر مکی (م-۱۲۸۹ھ) سے پڑھا (مختصر نشر النور، ص۲۳۳، نظم الدرر ،ص۲۰۳) بعدازاں مولانا الہٰ آبادی مکہ مکرمہ میں عمر بھر علم حدیث کے علاوہ تفسیر، اصول تفسیر و قرأت، توحید وعقائد، فقہ حنفی، اصول فقہ، قوائد فقیہہ، بلاغت، معانی وبیان، بدیع، نحو وصرف، منطق، تصوف، سیرت، تاریخ اور اوراد واذکار وغیرہ علوم کی اہم کتب عرب وعجم کے طلباء کو پڑھاتے رہے۔

(المسلک الجلی فی اسانید فضیلۃ الشیخ محمد علی، مختلف صفحات،الدلیل المشیر ،ص۴۹، ۳۸۴)

خیرالدین زرکلی نے اہل علم ومشاہیر کے حالات جمع کرنے میں خاصی جہد سے کام لیا اور سینکڑوں افراد کے

حالات جمع کر کے کتاب ''الاعلام'' لکھی جسے مقبولیت عامہ حاصل ہوئی، یہ کتاب آٹھ ضخیم جلدوں اور بڑی تقطیع کے ۲۴۷۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا دسواں اڈیشن ۱۹۹۲ء میں بیروت سے شائع ہوا جو راقم کے پیش نظر ہے، لیکن افسوس ہے کہ فاضل مصنف نے حالات وواقعات کی چھان بین میں تساہل سے کام لیا، جس کے باعث یہ کتاب اغلاط سے بھر گئی، نیز بہت سی اہم علمی شخصیات کو دانستہ نظر انداز کر کے ان کے حالات سرے سے کتاب میں شامل ہی نہیں کئے جب کہ بعض غیر اہم شخصیات کو اس میں جگہ دی، زرکلی شاعری، صحافت اور تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ سیاسی امور سے بھی تعلق رکھتے تھے، چنانچہ شام، حجاز اور سعودی عرب کے سیاسی معاملات میں فعال رہنے کے علاوہ مختلف عہدوں پر فائز رہے جیسا کہ مراکش میں سعودی عرب کے سفیر رہے، پھر مملکت سعودیہ کے بانی شاہ عبدالعزیز آل سعود کے کارناموں پر دو کتب لکھیں، الغرض زرکلی کی اس کتاب کی اغلاط کی نشان دہی نیز اس میں نظر انداز کی گئی شخصیات کے حالات پر عرب دنیا کے محققین کی طرف سے مقالات اور کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔

زرکلی ۱۹۲۱ء میں حجاز مقدس پہنچے اور وہاں کی شہریت اختیار کی (خیر الدین زرکلی نے اپنے مختصر حالات زندگی خود تحریر کئے جو الاعــلام، ج ۸، ص ۲۶۷۔۲۷۰ پر درج ہیں) ان ایام میں مولانا الٰہ آبادی کی وفات پر محض چھ سات برس گزرے تھے اور آپ کے لاتعداد تلامذہ حرمین شریفین میں موجود اور اکابر علماء میں سے تھے، جیسا کہ خاتمۃ المحققین شیخ محمد علی مالکی جنہوں نے مولانا الٰہ آبادی سے احادیث کی کتب جامع مسانید الامام ابو حنیفه، شرح معانی الآثار ، انجاح الحاجة علی سنن ابن ماجة، دلیل الفالحین علی ریاض الصالحین اور شرح الاذکار النوية پڑھیں (المسلك الجلی، ص ۸۔۱۱) اور بعد ازاں تدریس، افتاء اور تصنیف وتالیف میں اہم مقام پایا، نیز علامہ محدث، مؤرخ مسند شیخ عبداللہ غازی (۱۲۹۱ھ۔۱۳۶۵ھ/۱۸۷۴ء۔۱۹۴۵ء) جنہوں نے مولانا الٰہ آبادی سے حصن حصین اور الاوائل السنبلية پڑھیں (الدليل المشير، ص ۲۱۹) مزید یہ کہ مولانا الٰہ آبادی کی تصنیفات مطبوع ہیں نیز آپ کے اتنے قریب العہد ہونے کے باوجود زرکلی کی مذکورہ بالا تحریر محل نظر ہے۔

مولانا الٰہ آبادی کے شاگرد مسجد الحرام کے امام وخطیب، شیخ الخطباء فقیہ مؤرخ جسٹس شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد شہید نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں لکھا ہے!

''عبدالحق الهندی الاله آبادی بن شاه محمد الحنفی نزیل البلد الحرام شیخنا الامام الجلیل المحدث المفسر الجامع بین العلم والعمل الملازم للتقویٰ''۔

(مختصر نشر النور،ص۲۳۳،نظم الدرر،ص۲۰۲)

آپ کے دوسرے شاگرد علامہ حافظ محدث مسند عصرہ و شیخ الروایۃ سید محمد عبدالحی کتّانی مراکشی رحمتہ اللہ علیہ(۱۳۰۳ھ۔۱۳۸۲ھ/۱۸۸۶ء۔۱۹۶۲ء) کے الفاظ ہیں!

(علامہ سید محمد عبدالحی کتانی مراکشی رحمتہ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے خلافت پائی، آپ کے حالات کے لئے دیکھئے:فہرس الفھارس و الاثبات،حالات مصنف،ج ا،ص ۵۔۴۴،الاعلام، ج ٦ ص ۱۸۷، الدلیل المشیر ،ص ۱۴۸۔۱۷۵، تشنیف الاسماع ،ص ۲۷۸۔۲۸۴،الملفوظ،ج ۲،ص ۱۲۹،علامہ کتانی کی ایک ضخیم تصنیف''التراتیب الاداریہ'' کا اردو ترجمہ ۱۹۹۱ء میں کراچی سے بنام''عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی تمدن'' شائع ہوا، علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (م ۔۱۹۹۴ء) نے علامہ کتانی سے سند روایت پائی۔)

''عبدالحق ابن الشیخ شاہ محمد بن الشیخ یار محمد اللّٰہ آبادی المکی الصوفی المحدث المفسر الناسك المعمر صاحب الحاشیۃ علی تفسیر النفسی، وھو کبار اصحاب الشیخ عبدالغنی الد ھلوی وقد مائھم''۔

(فہرس الفھارس و الاثبات،ج ۲،ص ۷۲۸)

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ جب دوسری بار مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو مولانا الہٰ آبادی اس شہر مبارک میں موجود تھے، چنانچہ دونوں جلیل القدر علماء ہند کے درمیان متعدد ملاقاتیں ہوئیں اور جب فاضل بریلوی واپس بریلی پہنچے تو ایک روز علماء، طلبا و مریدین کی مجلس میں مولانا الہٰ آبادی کے بارے میں یوں گویا ہوئے:

''مکہ مکرمہ میں فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا، مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلماء محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر الہٰ آبادی اور کتب خانے میں مولانا سید اسماعیل کے پاس، رحمھم اللہ تعالٰی............حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کو چالیس سال سے زائد مکہ مکرمہ میں گزرے تھے، کبھی شریف (گورنر مکہ) کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے، قیام گاہ فقیر پر دوبار تشریف لائے، مولانا سید اسماعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے، مولانا (الہٰ آبادی) کا دم بسا غنیمت تھا، ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے''۔

(الملفوظ، ج ۲،ص ۱۳۶۔۱۳۷)

استاذ العلماء شیخ الدلائل مولانا محمد عبدالحق الہٰ آبادی مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کی دو کتب الدولة المكيه و حسام الحرمين پر تقریظات لکھیں جو مطبوع ہیں۔

مذکورہ دور کے مکہ مکرمہ میں جن علماء کرام کے گھروں نے درس گاہ کی حیثیت سے شہرت پائی ان میں فاضل بریلوی کے خلیفہ مفتی مالکیہ و مدرس مسجد الحرام شیخ محمد عابد مالکی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں منعقد ہونے والی علمی وروحانی مجالس کا مؤرخین نے بطور خاص ذکر کیا ہے (سیر و تراجم ،ص ۱۵۲) آپ افتاء کی ذمہ داریاں نبھانے کے علاوہ تصنیف وتالیف اور پھر مسجد الحرام میں مقررہ اوقات کے بعد گھر پر درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ پوری اسلامی دنیا میں آپ کے تلامذہ کے نام ملتے ہیں، جو اپنے علاقہ کے اکابر علماء میں شمار ہوئے، جیسا کہ انڈونیشیا کے شیخ محمد ھاشم اشعری شافعی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۸۲ھ۔۱۳۶۶ھ/ ۱۸۶۵ء۔۱۹۴۷ء) جو اپنے وطن سے حصول تعلیم کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے اور ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۱۴ھ تک وہاں مقیم رہ کر شیخ محمد عابد مالکی وغیرہ اکابر علماء مکہ سے تعلیم پائی پھر واپس انڈونیشیا جا کر ''جمعیت نهضة العلماء'' نامی جماعت اور نوجوانوں کے لئے ایک تنظیم ''حزب اللہ'' قائم کیں، ۱۹۹۹ء میں جمعیت نهضة العلماء انڈونیشیا کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے، جس کے ارکان کی تعداد تین کروڑ ہے، شیخ ھاشم اشعری کے بیٹے شیخ عبدالواحد ھاشم ۱۹۵۳ء سے اپنی وفات تک انڈونیشیا کے وزیر مذہبی امور نیز نهضة العلماء کے صدر رہے، اب شیخ ھاشم اشعری کے پوتے عبدالرحمٰن واحد (پ ۱۹۴۰ء) نهضة العلماء کے صدر ہیں جو ۱۹۹۹ء کے انتخابات میں انڈونیشیا کے نئے صدر منتخب ہوئے۔

(شیخ ھاشم اشعری انڈونیشی کے حالات تشنیف الاسماع ،ص ۵۶۲۔۵۶۴ پر درج ہیں۔ روزنامہ اردو نیوز جدہ، شمارہ ۱۶ نومبر ۱۹۹۹ء، ڈاکٹر محمد عبدالخالق کا مضمون بعنوان ''انڈونیشیا کی اسلامی ثقافت میں عربوں کا کردار''، ص ۵)

غرضیکہ عثمانی عہد کے مکہ مکرمہ میں رائج ذرائع تعلیم میں سے چوتھا ذریعہ ''کُتّاب'' کا تھا، شہر بھر کی مختلف گلیوں کی کسی عمارت کے ایک کمرہ میں چٹائی بچھائے اور پانی کی صراحیاں اپنے پاس رکھے ایک عالم تشریف فرما ہوتے، ارد گرد کے گھروں کے بچے ان کے پاس آتے اور ان سے قرآن مجید حفظ و ناظرہ، ابتدائی دینی تعلیم نیز املا وحساب کی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے، ان چھوٹی چھوٹی درس گاہوں کو ''کُتّاب'' اور ان میں تعلیم دینے والے عالم کو ''شیخ

الکُتّاب ''کہا جاتا تھا، چودھویں صدی ہجری کے آغاز پر پورے مکہ مکرمہ میں ۴۳ کتاتیب موجود تھے جن میں کل ۱۱۵۰ طلباء زیر تعلیم تھے، حسن عبدالحی قزاز مکی نے اس دور کے اہم کتاتیب کے نام اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔

(اھل الحجاز ،ص ۱۷۴۔۱۷۶،الحرکۃ الادبیۃ فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ،ص ۱۴۳۔۱۴۴، سیرو تراجم،ص ۱۶۵)

جب حجاز مقدس سے عثمانی دور کا خاتمہ ہوا تو مسجد الحرام میں قائم حلقات دروس اور صولتیہ، فلاح، فخریہ، خیریہ، احمدیہ ورشدیہ نامی مدارس کے علاوہ کتاتیب کو مکہ مکرمہ میں اپنے دور کی علمی درس گاہوں کی صورت میں یادگار چھوڑا۔

عثمانی ترکوں کے عہد کے اختتام تک مکہ مکرمہ میں وھابیت کو پنپنے کا موقع نہیں ملا بلکہ اکابر علماء مکہ میں سے متعدد نے اس کے تعاقب میں قلم اٹھایا، لیکن اس عہد کے آخری چند برسوں کے دوران محض دوتین علماء شیخ احمد و شیخ عبدالرحمٰن اسکوبی مذکوہ عقیدہ اختیار کر چکے تھے، جب کہ ان کے نظریات افکار پر اہل مکہ میں سے کسی نے توجہ نہیں دی۔

فاضل بریلوی نے علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وھابیہ کے اعتراضات کے جواب میں بعض اکابر علماء مکہ کی خواہش پر کتاب ''الدولۃ المکیہ'' لکھی، ۲۸/ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو گورنر مکہ سید علی پاشا (علی پاشا بن عبداللہ ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۲۶ھ تک مکہ مکرمہ کے گورنر رہے پھر مصر منتقل ہو گئے اور وہیں وفات پائی (مختصر نشر النور ،ص ۳۰۵ حاشیہ)) کا دربار منعقد ہوا تو اس میں علماء مکہ مکرمہ کی کثیر تعداد و دیگر اہل علم کے علاوہ فاضل بریلوی بھی موجود تھے، گورنر جو خود ذی علم تھا اس کے حکم پر مفتی احناف شیخ صالح کمال مکی نے بھرے دربار میں الدولۃ المکیہ پڑھ کر سنائی، اس موقع پر مذکورہ دونوں وھابی علماء کی موجودگی میں گورنر مکہ نے بآواز بلند کتاب کے مندرجات کو سراہا اور وھابیہ کے اعتراضات کو بے بنیاد قرار دیا، بعد ازاں وھابیہ نے مسجد الحرام کے ایک ناخواندہ و جاہل اہلکار کے توسط سے فاضل بریلوی کے معتقدات نیز علماء مکہ کی طرف سے آپ کی معاونت و پذیرائی کو شکایت کے انداز میں گورنر حجاز احمد راتب پاشا کے گوش گزار کیا جس پر گورنر حجاز نے ایک چپت اس اہلکار کی گردن پر جمائی اور اسے واشگاف الفاظ میں جھڑک دیا، پھر اکابر علماء مکہ نے الدولۃ المکیہ پر تقریظات لکھیں اور تمام مکہ معظّمہ میں اس کتاب کا شہرہ ہوا اور گلی کوچہ میں مکہ معظّمہ کے لڑکے ان (وھابیہ) کا تمسخر کرتے۔

(الملفوظ، ج ۲،ص ۱۲۸۔۱۳۲ ملخصاً)

مقامی علماء کے علاوہ دیگر ممالک سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سے اگر کوئی عالم مذکورہ عقیدہ پر عمل پیرا تھے

بھی تو اس دوران انہیں مکہ مکرمہ میں اپنے نظریات کے دوٹوک اظہار کی ہمت نہیں ہوئی۔

☆☆☆

ھاشمی عھد

۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء کو حجاز مقدس سے ترکوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو آج کے شاہ اُردن سید عبداللہ دوم بن شاہ حسین (م۔۱۹۹۹ء) بن طلال (م۔۱۹۷۲ء) بن عبداللہ اوّل (م۔۱۹۵۱ء) بن حسین (م۔۱۹۳۱ء) بن علی حسنی ھاشمی کے جدامجد سید حسین بن علی نے مملکت حجاز قائم کی، اس ھاشمی سلطنت کا خاتمہ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں علاقہ نجد کے آل سعود خاندان کے ہاتھوں ہوا، عثمانیوں کی طرح یہ ھاشمی خاندان بھی سواد اعظم کے مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ تھا، چنانچہ ھاشمی عہد کے دوران مکہ مکرمہ میں تعلیم کے ذرائع میں کوئی بڑی تبدیلی رونما نہیں ہوئی، الّا یہ کہ مکہ مکرمہ سمیت پوری مملکت حجاز سے ترکی نصاب اور اس زبان سے متعلق مدارس مثلاً رشدیہ وغیرہ کو بند کر دیا گیا، اور حکومت نے ھاشمیہ، راقیہ اور عالیہ نام کے نئے مدارس قائم کئے (الحركة الادبية فى المملكة العربية السعودية، ص ۱۰۷۔۱۵۱) اسی عہد میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے شاگرد شیخ عبدالخالق بنگالی نے مدرسہ دارالفائزین کی بنیاد رکھی۔ (اعلام الحجاز، ج۲، ص۳۰۵)

شیخ ابوبکر خوقیر (۱۲۸۴ھ۔۱۳۴۹ھ) مکہ مکرمہ کے پہلے عالم ہیں جنہوں نے شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کی تصنیفات کے مطالعہ کے نتیجہ میں وھابیت اختیار کی اور پھر ھاشمی عہد میں کھلم کھلا اس شہر مقدس میں اس عقیدہ کا پرچار شروع کیا، نیز اس فکر پر کتب تصنیف کیں، اس کی ابتداء تب ہوئی جب ۱۳۲۶ھ یعنی عثمانی عہد میں سید حسین بن علی ھاشمی مکہ مکرمہ کے گورنر بن کر آئے اور ۱۳۲۷ھ میں شیخ ابوبکر خوقیر کو "مفتی حنابلہ" مقرر کیا، شیخ خوقیر نے یہ اہم ذمہ داری سنبھالتے ہی مسجد الحرام میں اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ شروع کر دی جس کی اطلاع فوراً ہی گورنر تک پہنچی جس پر شیخ خوقیر کو اس منصب سنبھالنے کے محض دو دن بعد معزول کر کے قید کر دیا گیا اور وہ اٹھارہ ماہ تک مقید رہا، ۱۳۳۴ھ میں یہی گورنر مملکت ھاشمیہ حجاز کے پہلے بادشاہ بنے تو تھوڑے ہی عرصہ بعد اہل مکہ کی طرف سے شیخ خوقیر کی پھر سے بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کی شکایت ان تک پہنچی جس پر ۱۳۳۹ھ میں شیخ خوقیر کو دوبارہ جیل میں ڈال دیا گیا تا آنکہ ۱۳۴۳ھ میں حجاز مقدس پر آل سعود خاندان کی حکومت قائم ہوئی اور وھابی حکمرانوں نے انہیں رہا کیا، شیخ ابوبکر خوقیر عثمانی اور پھر ھاشمی عہد میں لگ بھگ چھ برس تک قید رہے۔

(شیخ ابوبکر خوقیر کے حالات کے لئے دیکھئے: الاعلام، ج۲، ص۷۰، سیر و تراجم، ص۲۲۔۲۴، نشر الدرر، ص۱۷، مختصر نشر النور، ص۴۲۴، نظم الدرر، ص۱۴۴)

چودھویں صدی کے نصف اوّل کے مختلف ادوار یعنی عثمانی عہد کے آخری ایام، پورا ھاشمی عہد اور پھر سعودی عہد کے ابتدائی برسوں کے مکہ مکرمہ میں مذاہب اربعہ سے تعلق رکھنے والے اہل سنت علماء کرام کی کثیر تعداد موجود تھی، ان میں سے جو علماء کرام اپنے دور کے اکابرین میں شمار ہوئے، ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف ان کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ ہے، جن میں سے اکثر کے حالات سیرو تراجم، مختصر نشر النور، نشر الدرر اور نظم الدرر میں درج ہیں۔

سعودی عهد

۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء آیا، انقلاب برپا ہوا اور حجاز مقدس پر علاقہ نجد کے شہر ریاض سے ملحقہ دیہات درعیہ سے تعلق رکھنے والے آل سعود خاندان کی حکمرانی قائم ہوگئی، سعودی مملکت کے بانی عبدالعزیز آل سعود (۱۲۹۳ھ۔۱۳۷۳ھ/ ۱۸۷۶ء۔۱۹۵۳ء) وھابی عقائد پر عمل پیرا تھے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تخت یعنی عرش پر بیٹھا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنا شرک اکبر و کفر ہے، ایسے شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام اور اس کا نکاح باطل ہے، اس کی بیوی کو طلاق کی ضرورت نہیں کسی اور سے نکاح کرلے، ایسے شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے، اس کی نماز جنازہ پڑھے بغیر کسی گڑھے میں ڈال کر اسے مٹی سے بھر دیا جائے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کرنا گناہ ہے، انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے متعلق آثار کی زیارت کے لئے جانا عبث ہے، اور فراعنہ تہذیب کے آثار کو دیکھنے کے لئے مصر کا سفر اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں، آج کی یہودی و عیسائی عورت سے نکاح جائز اور ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے، مزید یہ کہ تصوف اور صوفیاء کا سلام سے کوئی تعلق نہیں، اور امام معین کی تقلید حرام ہے، گوکہ آگے چل کر مختلف اسلامی ممالک میں اسی فکر سے جنم لینے والے بعض مکاتب فکر کو اپنا پیغام پھیلانے کے لئے جزوی طور پر تعلیمات تصوف اور تقلید آئمہ اربعہ کا سہارا لینا پڑا، وھابی عقائد پر شیخ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوھاب، شاہ اسماعیل دہلوی اور شیخ ناصر البانی (م۔۱۹۹۹ء) کی تصنیفات، نیز سعودی علماء کے جاری کردہ فتاوے کا مجموعہ "فتاویٰ اللجنة الدائمة" بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔

الغرض آل سعود خاندان کی مذہبی شدت پسندی نیز شیخ محمد بن عبدالوھاب اور بعد ازاں ان کی اولاد سے اس

خاندان کے قریبی مراسم کی تفصیلات اہل حجاز سے مخفی نہ تھیں، چنانچہ مکہ مکرمہ سمیت پورے حجاز میں سعودی انقلاب کا فوری ردعمل یہ سامنے آیا کہ عقیدہ یا سیاسی اختلاف کی بنیاد پر جان و مال کے خوف سے عام باشندوں اور علماء کی بڑی تعداد نے ہجرت اختیار کی، جیسا کہ مملکت ھاشمیہ حجاز کے چیف جسٹس و مفتی احناف شیخ عبداللہ سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے قاہرہ گئے ہوئے تھے، انقلاب رونما ہونے پر آپ وہیں سے اُردن تشریف لے گئے اور عمر بھر اپنے وطن حجاز لوٹ کر نہ آئے (معارف رضا، کراچی، شمارہ ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۴۔۱۷۵) ھاشمی دور کے وزیر خزانہ علامہ سید محمد طاہر دباغ طائفی (۱۳۰۸ھ۔۱۳۷۸ھ/۱۸۹۰ء۔۱۹۵۸ء) اپنے پورے خاندان سمیت مکہ مکرمہ سے ہندوستان پہنچے پھر عرصہ دراز مختلف اسلامی ممالک انڈونیشیا وغیرہ میں پناہ گزیں رہ کر تدریس سے وابستہ رہے (اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للهجرة، محمد علی مغربی، طبع دوم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، مطبوعہ جدہ، ج ۱، ص ۲۸۸۔۲۹۴) علامہ سید عبداللہ دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ انقلاب کے ایام میں بعض ممالک کے تبلیغی دورے پر تھے، چنانچہ آپ کئی سال تک سنگاپور میں سکونت اختیار کئے رہے (سیر و تراجم، ص ۲۰۹، رجال من مكة المكرمه، ج ۳، ص ۱۹۹) شیخ محمد علی مالکی مفتی مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد سعید یمانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الگ الگ انڈونیشیا کی راہ لی (سیر و تراجم، ص ۲۶۲، الدلیل المشیر، ص ۱۰۸۔۱۰۹) محدّث حرمین شریفین شیخ عمر حمدان محرسی رحمۃ اللہ علیہ نے عدن کا سفر اختیار کیا (سیر و تراجم، ص ۲۰۶) اور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد علامہ سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کتب کے شارح علامہ سید عثمان شطا رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) کے فرزند علامہ سید علی بن عثمان شطا شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء) انڈونیشیا تشریف لے گئے (الدلیل المشیر، ص ۲۸۲۔۲۸۴) اور ھاشمی عہد کے چیئرمین مجلس شوریٰ علامہ سید عبداللہ زواوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۶ھ/۱۳۴۳ھ) جنہوں نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی اور مسجد الحرام کے مدرس پھر مفتی شافعیہ رہے اسی انقلاب کے دوران طائف میں شہید کئے گئے (سیر و تراجم، ص ۱۴۰۔۱۴۲) اور فاضل بریلوی کے اہم خلیفہ جسٹس مکہ شیخ الخطباء شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انقلاب کے ایام میں طائف ہی میں شہادت پائی۔

(اعلام الشرقیة، ج ۲، ص ۹۰۲۔۹۰۳، نثر الدرر، ص ۴۳)

سعودی انقلاب کی آمد کے ساتھ ہی مسجد الحرام میں علماء کرام سے متعلق مناصب پر تقرری کے لئے صدیوں سے رائج طریقہ کار نیز مسجد الحرام سمیت شہر بھر کے نظام تعلیم میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں کی گئیں، عثمانی و ھاشمی ادوار

میں مسجدالحرام کے آئمہ وخطباء کے مناصب عام طور پر مقامی علماء کرام کے لئے مختص تھے، مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحق الہٰ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اپنے دور کے اکابر علماء کرام میں ہوا اور مکہ مکرمہ کے بکثرت علماء نے ان دونوں علماء سے تعلیم پائی، لیکن اس تمام تر علم وفضل اور قدرداں حکومت کے باوجود ان علماء کو مسجدالحرام کی امامت وخطابت نہیں سونپی گئی اور یہ شرف اہل مکہ کو ہی حاصل رہا، لیکن سعودی مملکت کے قیام کے فوراً بعد علما مکہ کو مسجدالحرام کی امامت وخطابت کے شرف سے محروم کردیا گیا اور حکمرانوں نے اپنے ہم خیال ائمہ وخطباء کی تقرری کو ضروری سمجھا لہٰذا فوری طور پر ۱۳۴۴ھ میں علاقہ نجد سے شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کی نسل میں سے ایک عالم شیخ عبداللہ بن حسن کو لاکر امام وخطیب مقرر کیا گیا جو اپنی وفات ۱۳۷۸ھ تک اس سے وابستہ رہے، بعدازاں اسی مکتب فکر کے خوش الحان قاری و حافظ علماء کی تلاش شروع ہوئی اور شاہ عبدالعزیز ال سعود نے مصر سے شیخ محمد عبدہٗ (۱۲۶۶ھ،۱۳۲۳ھ/ ۱۸۴۹ء۔۱۹۰۵ء) کے شاگرد جماعت انصارالسنۃ المحمدیۃ کے بانی رکن **شیخ عبدالظاھر ابو السمح** (۱۳۰۰ھ۔۱۳۷۰ھ) کو طلب کرکے امام وخطیب مقرر کیا۔

(شیخ عبدالظاھر ابوالسمح مصری کے حالات کے لئے دیکھئے: ائمۃ المسجد الحرام و مؤذنوہ فی العھد السعودی، عبداللہ سعید زھرانی (پ۔۱۳۷۹ھ) طبع اول ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ص ۳۲، سیر وتراجم، ص ۲۲۷۔۲۲۸، نثر الدرر، ص ۵۱۔۵۴)

گذشتہ سطور میں آچکا کہ ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۴۵ھ کے درمیان مسجدالحرام میں خطباء کی تعداد پچاس اور آئمہ کی ایک سو بیس کے قریب تھی، ۱۳۴۵ھ میں سعودی مملکت کے بانی عبدالعزیز ال سعود کے ایماء پر علماء حجاز ونجد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی جس نے مسجدالحرام میں مذاہب اربعہ کے ائمہ کی الگ الگ جماعت کا سلسلہ موقوف کرنے کے علاوہ ائمہ وخطباء کی تعداد میں کمی کردی نیز یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ آئندہ مسجدالحرام کی امامت وخطابت کسی خاص خاندان یا کسی خاص علاقہ وشہر کے افراد کے لئے مختص نہیں رہے گی، کچھ ہی عرصہ بعد علامہ رشید رضا مصری (۱۲۸۲ھ۔۱۳۵۴ھ/ ۱۸۶۵ء۔۱۹۳۵ء) کے شاگرد شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ (۱۳۰۸ھ۔۱۳۹۲ھ) کو بلاکر امام وخطیب بنایا گیا، سعودی عہد کے ابتدائی دور میں مسجدالحرام میں نماز کا سلسلہ برقرار رکھنے کے لئے کچھ عرصہ شیخ عبداللہ حمدوہ سوڈانی ثم مکی (شیخ عبداللہ حمدوہ سوڈانی مکہ (۱۲۸۴ھ۔۱۳۵۰ھ) کے حالات کے لئے دیکھئے: الدلیل المشیر، ص ۱۹۴۔۱۹۶، نثر الدرر، ص ۴۱۔۴۲) اور علامہ سید نور محمد کتبی فیض آبادی مکی (علامہ سید محمد نور کتبی (۱۳۲۷ھ۔۱۴۰۲ھ) کے والد سید

ابراہیم کتبی (۱۲۷۵ھ۔۱۳۶۸ھ) ہندوستان کے ضلع فیض آباد (یوپی) سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جا بسے، علامہ سید محمد نور کتبی کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔(رجال من مکۃ المکرمۃ، ج۳،ص ۱۱۰۔۱۲۳، من اعلام القرن الرابع عشر و الخامس عشر، ابراہیم بن عبداللہ حازمی طبع اول ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء دارالشریف ریاض، ج۱،ص ۱۶۱۔۱۶۴) شیخ ابراہیم فیض آبادی کی اولاد آج بھی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں آباد ہے۔ رجال من مکۃ المکرمۃ اور اعلام من ارض النبوۃ کے مصنفین انہی کی نسل میں سے ہیں۔)وغیرہ مکہ مکرمہ میں مقیم چند علماء کو امامت سونپی گئی لیکن سعودی عہد کے ابتدائی تیس برس کے لگ بھگ یعنی ۱۳۷۳ھ تک یہی تین علماء شیخ عبداللہ بن حسن، شیخ عبدالظاہر اور شیخ عبدالرزاق مسجد الحرام کے امام و خطیب رہے جن میں سے ایک کا وطن نجد اور دو مصری نژاد تھے، تا آنکہ مکہ مکرمہ کے علمی خاندانوں میں سے ایک کے فرد شیخ عبداللہ بن عبدالغنی خیاط (۱۳۲۶ھ۔۱۴۱۵ھ) نے شیخ ابوبکر خوقیر نیز مسجد الحرام کے مذکورہ بالا تینوں علماء سے تعلیم پانے کے نتیجہ میں وھابیت قبول کی اور ۱۳۷۳ھ میں امام و خطیب بنائے گئے، اسی دوران شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کی نسل میں سے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن حسن (پ۔۱۳۳۸ھ) کو امام و خطیب بنایا گیا، لیکن تھوڑے عرصہ بعد انہیں الگ کر کے وزیر تعلیم وغیرہ دیگر اہم عہدوں پر تعینات کیا گیا، پھر مصر سے شیخ محمد عبدہٗ و علامہ رشید رضا کے ایک شاگرد ''جماعت انصار السنۃ المحمدیہ'' کے رکن شیخ عبدالمہیمن بن محمد ابو السمح (۱۳۰۷ھ۔۱۳۹۹ھ) کو امامت و خطابت سونپی گئی، یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد عبدہٗ نیز ان کے شاگرد علامہ رشید رضا کے علاوہ جماعت انصار کا مختصر تعارف قارئین کی نظر کیا جائے:

جماعت اسلامی پاکستان کے اہم قلمکار خلیل حامدی نے شیخ محمد عبدہٗ کے افکار و نظریات پر قدرے تفصیل سے لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

''شیخ محمد عبدہٗ کے دور میں مصر پر انگریز گورنر لارڈ کرومر کی حکمرانی تھی اور ''مصری وطنیت'' کا نظریہ انگریز خود فروغ دے رہا تھا کیونکہ انگریز چاہتا تھا کہ مصر کو عالم اسلام سے الگ تھلگ کر دیا جائے اور مصری قوم کے دماغ میں یہ بات راسخ کی جائے کہ اسے دوسری مسلمان اقوام خواہ وہ ترک ہوں یا ایرانی یا ہندی ہوں، ان کی طرف دیکھنے کی بجائے صرف اپنے مفادات کی فکر کرنی چاہیئے، اس طرح انگریز ایک طرف عربوں کو ترکوں سے جدا کرنا چاہتا تھا اور دوسری طرف عربوں کو عربوں سے بیزار کر رہا تھا............ہمیں یہ کہنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ شیخ محمد عبدہٗ جیسے عالم

دین بھی لارڈ کرومر کے ہمنواؤں میں شامل تھے............شیخ کے کام کا اگر ہم خلاصہ بیان کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسلام اور مغربی تہذیب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا چاہتے تھے، شیخ محمد عبدہٗ، جمال الدین افغانی کے شاگرد تھے اس لئے ہم شیخ محمد عبدہٗ کی تحریک کو جمال الدین افغانی کی تحریک ہی کا عکس سمجھتے ہیں............شیخ محمد عبدہٗ کے شاگرد علامہ رشید رضا اور ان کے دیگر ساتھی شیخ محمد عبدہٗ کو مجتہد فی الدین کا درجہ دیتے ہیں اور اخلاص و ہزیمت کے لحاظ سے انہیں انتہائی بلند درجے کا امام تصور کرتے ہیں............مغربی سیاست دانوں کی کتابوں میں بکثرت شیخ محمد عبدہٗ کے مدرسہ فکر اور تحریک اصلاح کی تحسین و تعریف کی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے مغرب کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں............شیخ محمد عبدہٗ فری میسن کے ممبر تھے ان کے شاگرد علامہ رشید رضا نے بھی شیخ محمد عبدہٗ کی جو سوانح عمری لکھی ہے اس میں اس بات کی تصدیق کی ہے''۔

(حسن البناء شہید کی ڈائری، اردو ترجمہ و تقدیم خلیل احمد حامدی، طبع ۱۹۹۲ء، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، شیخ محمد عبدہٗ مصری کے حالات الاعلام، ج ٦ ص ۲۵۲۔۲۵۳، اور علامہ رشید رضا مصری کے حالات الاعلام، ج ٦ ص ۱۲٦ پر دیئے گئے ہیں۔)

شیخ محمد عبدہٗ اور علامہ رشید رضا کے افکار و نظریات کے تعاقب میں ان کے معاصر اکابر علماء اہل سنت نے قلم اٹھایا جیسا کہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک طویل قصیدہ '' الرائیۃ الصغریٰ فی ذم البدعۃ و اھلھا و مدح السنۃ الغراء'' لکھا جس میں جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہٗ، علامہ رشید رضا کی مذمت کی، اس قصیدہ کے لاتعداد اڈیشن شائع ہوئے، نیز اپنی کتاب '' البشائر الایمانیۃ فی المبشرات المنامیۃ'' میں شیخ محمد عبدہٗ مکتب فکر کا ردّ کیا (الاعلام، ج ۸، ص ۲۱۸، الدلیل المشیر، ص ۴۰۹) اور جامعہ الازہر کے استاد فلسفئ اسلام امام یوسف بن احمد دجوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۸۷ھ۔۱۳٦۵ھ/ ۱۸۷۰ء۔۱۹۴٦ء) نے علامہ رشید رضا کے رد میں '' صواعق من نار فی الرد علی صاحب المنار '' لکھی (الغیث المروی فی ترجمۃ الاستاذ الامام الدجوی، عبدالرافع دجوی الازہری، طبع اول ۱۳٦۵ھ/ ۱۹۴٦ء، مطبعۃ اللواء، مصر، ص ۱۷) نیز علامہ زاھد الکوثری مصری رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۹٦ھ۔۱۳۷۱ھ/ ۱۸۷۹ء۔۱۹۵۲ء) نے شیخ محمد عبدہٗ مکتب فکر کے تعاقب میں مقالات لکھے جو قاہرہ کے رسائل میں شائع ہوئے، بعد ازاں '' مقالات الکوثری '' نامی کتاب میں شامل کئے گئے جو قاہرہ و کراچی سے شائع ہوئی ('' مقالات الکوثری ''، مطبع الانوار قاہرہ نے ۵۹۴ صفحات پر طبع کی، اس میں شامل دو

مقالات کے عنوان یہ ہیں:''ابن عبدالوهاب و الشيخ محمد عبدهٗ''، ''رائ الشيخ محمد عبدهٗ فی بعض المسائل'' ۔)علامہ رشید رضا مصری استعماری دور کے ہندوستان کے دورہ پرآئے تو یہاں کے اہل حدیث و دیوبندی علماء نے انہیں سرآنکھوں پر بٹھایا،موصوف کا سفرنامہ ہندانہی ایام میں ہندوستان سے شائع کیا گیا۔

جہاں تک جماعت انصار السنة المحمدية مصر کا تعلق ہے تو اس کا قیام ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء کو شیخ محمد حامد فقی مصری(۱۳۱۰ھ۔۱۳۷۸ھ/ ۱۸۹۲ء۔۱۹۵۹ء) کے ہاتھوں قاہرہ میں ہوا، شیخ فقی کے والد اور شیخ محمد عبدہٗ دونوں دوران تعلیم ہم سبق رہ چکے تھے، شیخ محمد حامد فقی کی وفات کے بعد شیخ عبدالرزاق عفیفی مصری (۱۳۲۳ھ۔۱۴۱۵ھ/ ۱۹۰۵ء۔۱۹۹۴ء)اس جماعت کے صدر بنائے گئے (شیخ عبدالرزاق عفیفی مصری کے حالات پر مسجد الحرام مکہ مکرمہ کے موجودہ امام شیخ عبدالرحمٰن السدیس نجدی(پ۔۱۳۸۲ھ) نے کتاب لکھی،نیز دیکھئے:فتاوىٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء رياض،ج۱،ص۳۔۴،الموسوعة الميسرة فی الاديان و المذاهب و الاحزاب المعاصرة،ج۱،ص۱۸۸۔۱۸۹)جنہیں بعدازاں تدریس کے لئے مصر سے سعودی عرب طلب کرلیا گیا اور وہیں وفات پائی۔

آج کے اکابر علماء نجد میں سے کثیر تعداد شیخ عبدالرزاق عفیفی کے شاگردوں پر مشتمل ہے، ۱۹۶۹ء میں حکومت مصر نے جماعت انصار پر پابندی عائد کردی اور اس کے ترجمان ماہنامہ''الهدى النبوى'' کو بند کردیا،۱۹۷۲ء میں صدر انوار السادات کے دور میں یہ جماعت دوبارہ سرگرم عمل ہوئی اور ماہنامہ''التوحيد'' جاری کیا،اور ۱۹۹۱ء سے تادم تحریر شیخ صفوت نورالدین اس جماعت کے صدر ہیں (الموسوعة الميسرة، ج۱،ص۱۸۶۔۲۰۱)وهابی تحریک جزیرہ عرب کے علاقہ نجد سے اٹھی تھی جس کے سب سے زیادہ اثرات نجد کے علاوہ اس سے ملحقہ علاقہ قصیم میں پھیلے اور دیگر عرب دنیا میں مصر کی جماعت انصار کا قیام اسی تحریک کے تحت عمل میں آیا اور یہ بیرون سعودی عرب وهابی تحریک کی اشاعت میں سب سے اہم جماعت ثابت ہوئی۔

الغرض ۱۹۲۲ء سے ۱۹۹۸ء تک کے پورے سعودی عہد میں کل چودہ علماء کو مسجد الحرام کا امام وخطیب مقرر کیا گیا،ان میں سے دو شیخ محمد بن عبدالوهاب نجدی کی نسل میں سے تھے جب کہ باقی بارہ میں سے تین مصری نژاد اور سات نجد و قصیم کے باشندے تھے اور اب تک کے پورے سعودی عہد میں صرف دو ائمہ شیخ عبداللہ خیاط اور ان کے بیٹے ڈاکٹر شیخ اسامہ خیاط (پ۔۱۳۷۵ھ) مکہ مکرمہ کے باشندے ہیں، ۱۹۹۸ء میں ائمہ وخطباء کی بیک وقت تعداد چھ تھی

جن میں سے پانچ نجد و قصیم کے باشندے تھے اور ان کے ذمہ روزانہ ایک ایک نماز کی امامت تھی جب کہ چھٹے امام شیخ اسامہ خیاط مکی تھے جو اضافی امام کے طور پر اس منصب پر تعینات تھے۔ (ائمة المسجد الحرام و مؤ ذنوه فی العهد السعودی، ص ۸۷) عثمانی اور پھر ھاشمی عہد میں مسجد الحرام کے ائمہ و خطباء اہل سنت و جماعت کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی علماء سے لئے جاتے تھے اور سعودی عہد میں یہ مناصب صرف وھابی علماء تک محدود کر دیئے گئے۔

مسجد الحرام میں امامت و خطابت کے علاوہ ایک اور اہم منصب '' مفتی '' تھا جس پر چاروں مذاھب سے ایک ایک مفتی بیک وقت تعینات رہتے تھے، عثمانی دور کی وسیع اسلامی سلطنت میں چونکہ اکثریت احناف کی تھی نیز عثمانی سلاطین خود بھی فقہ حنفی پر عمل پیرا تھے، لہٰذا ملک کے سواد اعظم کا مذھب ہونے کی بنا پر چاروں مذاہب کے مفتیان میں سے اہم منصب ''مفتی احناف'' کا تھا اور ان چاروں مفتیان بالخصوص مفتی احناف کا جاری کردہ فتویٰ نہ صعف ملک بھر بلکہ پوری اسلامی دنیا کے علاوہ دیگر ممالک میں اہمیت رکھتا تھا، یوں اس دور کی مسجد الحرام مسلمانان عالم کے لئے قبلہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان دار الافتاء، اسلامی تحقیقاتی ادارہ اور فقہی مرکز کی شکل اختیار کئے ہوئے تھی۔

سعودی انقلاب برپا ہوا تو شیخ عبداللہ سراج مفتی احناف، شیخ محمد علی مالکی مفتی مالکیہ، علامہ سید عبداللہ زواوی مفتی شافعیہ اور شیخ عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ کے مناصب پر خدمات انجام دے رہے تھے، انقلاب کے موقع پر ان میں سے اول الذکر تین مفتیان پر کیا بیتی؟ اس کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا جب کہ مفتی حنابلہ شیخ عبداللہ بن حمید نے انقلاب کے تین سال بعد طائف میں وفات پائی۔

حکومت سعودی عرب نے فوری طور پر مفتیان مذاھب اربعہ کے مناصب کو ہی سرے سے ختم کر دیا اور ان کی جگہ ایک نیا منصب ''مفتی الدیار السعودیه'' تشکیل دے کر اس پر محمد بن عبدالوھاب نجدی کی نسل میں سے شیخ محمد (م۔۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) بن ابراہیم بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوھاب کو تعینات کر کے فتاوے کے اجراء کا کام ان کے ذمہ کیا اور اس منصب کو وزیر کا درجہ دیا، ان کے محکمہ کا نام '' الرئاسة العامة للادارات البحوث العلمية و الافتاء و الدعوة و الارشاد'' رکھ کر اس کا صدر دفتر مکہ مکرمہ سے سینکڑوں میل دور علاقہ نجد کے مرکزی شہر و سعودی دار الحکومت ریاض میں بنایا گیا۔

شیخ محمد بن ابراہیم نجدی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ ابراہیم (پ۔۱۳۴۴ھ) سعودی عرب کے دوسرے

مفتی اعظم نامزد کئے گئے اور ان کے دور میں اس محکمہ کو مزید وسعت دی گئی، ۱۳۹۱ھ میں شاہی فرمان کے ذریعے ملک میں حکومت کے ہم خیال اکابر علماء کی سپریم کونسل بنام " هيئة كبار العلماء " تشکیل دی گئی، نیز اسی فرمان کے تحت ایک کمیٹی بنام "اللجنة الوائمةللبحوث العلمية و الافتاء" بنائی گئی اور ملک کے مفتی اعظم شیخ ابراہیم اس کمیٹی کے صدر، جماعت انصار السنة المحمدية مصر کے سابق صدر شیخ عبدالرزاق عفیفی مصری اس کے نائب صدر اور دو نجدی علماء اس کے رکن بنائے گئے اور فتویٰ کے اجراء میں یہ کمیٹی مفت اعظم کے ساتھ مل کر کام کرنے لگی، اس کے ایک رکن شیخ عبداللہ بن سلیمان منیع نجدی (پ ۔ ۱۳۴۶ھ) گزشتہ پچیس برس سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔

(فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء، ج ۱، ص ۲ ۔ ۱۴)

شیخ ابراہیم نجدی ۱۳۹۵ھ میں علالت کے باعث مفتی اعظم کے منصب سے الگ ہوئے تو یہ منصب شیخ عبدالعزیز بن باز (۱۳۳۰ھ ۔ ۱۴۲۰ھ) نے سنبھالا، اور ان کی وفات پر شیخ عبدالعزیز (پ ۔ ۱۳۶۲ھ) بن عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب نجدی کو مفتی اعظم بنایا گیا، مفتی اعظم کی تعیناتی شاہی فرمان کے ذریعے عمل میں آتی ہے اور اب تک پورے سعودی عہد میں کل چار افراد اس پر تعینات کئے گئے، جن کے نام اوپر درج کئے گئے، ان میں تین شیخ محمد بن عبدالوہاب کی نسل میں سے جب کہ چوتھے یعنی شیخ بن باز اس خاندان کے علماء کے شاگرد اور نجدی تھے۔

(ماہنامہ التوحید قاہرہ، شمارہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ، شیخ بن باز کی وفات پر خصوصی اشاعت، مختلف صفحات، روزنامہ اردو نیوز جدہ، شمارہ ۲۱ مئی ۱۹۹۹ء، مضمون بعنوان "سعودی عرب کے نئے مفتی اعظم ۔ ایک تعارف"، ص ۴)

یوں سعودی عہد کے آغاز پر ہی علماء مکہ مکرمہ کو نہ صرف مسجد الحرام کی امامت وخطابت سے محروم کر دیا گیا بلکہ افتاء جیسے اہم شعبہ کو وھابی نجدی علماء کے لئے مخصوص کر کے اس کا صدر دفتر مکہ مکرمہ ہی سے نہیں پورے حجاز مقدس سے دور منتقل کر دیا گیا۔

سعودی عہد کا آغاز ہوا تو مدرسہ صولتیہ کے قیام پر نصف صدی بیت چکی تھی، جس دوران اس مدرسہ کی شاندار کارکردگی سامنے آ چکی تھی، سعودی عہد شروع ہوا تو اس مدرسہ کے ذمہ داران نے دیوبندیت اختیار کر لی اور انہی ایام میں مدرسہ کے زوال کی ابتداء ہوئی، مولانا محمد سعید کیرانوی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولوی محمد سلیم کیرانوی

(۱۳۲۳ھ۔۱۳۹۷ھ) کلی طور پر مدرسہ کے مہتمم ہوئے (مولوی محمد سلیم کیرانوی کے حالات کے لئے دیکھئے: ماہنامہ المنہل جدہ، شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء، شیخ سعد عبداللہ الملیص کا مضمون بعنوان ''الحفل السنوی لختم الکتب بالمدرسة الصولتیة''، ص۲۲۲۔۲۲۴، نثر الدرر، ص۷۵) ان کے بعد مولوی مسعود بن مولوی محمد سلیم کیرانوی اور پھر مولوی ماجد کیرانوی نے یہ ذمہ داری سنبھالی۔۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں اسد مدرسہ کے طلباء کی تعداد ۶۴۳ تھی جو ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء میں گھٹ کر محض ۸۷ طلباء تک آ گئی (ماہنامہ المنہل جدہ، شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء، ص۱۵۲۔۱۶۶)، اس مدرسہ کا وجود آج بھی باقی ہے لیکن اعلیٰ تعلیم میں اس کا کردار ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

مدرسہ فلاح جس کی ابتداء تقریباً ایک سو طلباء سے ہوئی اور ابتدائی دور میں ہی اس کے طلباء کی تعداد بارہ سو تک پہنچ گئی (اھل الحجاز، ص۱۹۱) ھاشمی عہد تک اس کا نصاب مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا جاتا تھا، پھر سعودی عہد میں یہ نصاب فقہ حنبلی تک محدود کر دیا گیا اور پھر ۱۳۶۲ھ سے اس مدرسہ میں سرکاری نصاب رائج کر دیا گیا۔

(المنہل جنوری ۱۹۸۹ء، ص۱۶۹، اھل الحجاز، ص۱۹۹)

سعودی انقلاب کے بعد حکمرانوں اور ان کے ہم خیال علماء نجد کے فوری اقدامات کے نتیجہ میں مسجد الحرام میں صدیوں سے رائج تعلیم و تحقیق کا نظام درہم برہم ہو گیا ادھر مدرسہ صولتیہ کو زوال کے راستہ پر ڈال دیا گیا، اس بدلتی صورت حال میں اس انقلاب کے پہلے عشرہ میں تین نئے مدارس، النجاح، دارالحدیث اور دارالعلوم الدینیة قائم ہوئے۔

یکم محرم ۱۳۵۰ھ کو شیخ عبداللہ خوجہ نے مدرسہ النجاح قائم کیا، زرکلی نے تاثر دیا ہے کہ یہ ایک دینی مدرسہ تھا (الاعلام، ج۴، ص۲۵۰) لیکن بانی مدرسہ کے بیٹے عمر عبداللہ خوجہ کے مضمون بعنوان ''مدرسة النجاح'' سے بخوبی عیاں ہے کہ یہ مدرسہ سیکنڈری سطح تک عمومی تعلیم کے لئے کھولا گیا تھا اور اس میں شام کے اوقات میں تعلیم دی جاتی تھی۔

(المنہل، شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء، ص۱۷۲۔۱۷۳)

حجاز مقدس میں وہابیت کے قدم جمانے کے لئے مصر کی جماعت انصار کے علاوہ برطانوی دور ستعمار کے ہندوستان کے اہل حدیث زعماء نے ال سعود خاندان اور علماء نجد کی بھرپور مدد کی، چنانچہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء مین ہندوستان کے بعض اہل حدیث حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تو امام مسجد الحرام شیخ عبدالظاھر ابو السمح مصری اے

ملاقات کر کے انہیں مکہ مکرمہ میں ایک دینی مدرسہ کے قیام کے لئے مالی اعانت کی پیش کش کی، اس طرح ۱۳۵۲ھ میں شیخ عبد الظاهر نے ''مدرسہ دار الحدیث'' کی بنیاد رکھی (نشر الدرر، ص۵۴) آگے چل کر شیخ عبداللہ خیاط مکی اس مدرسہ کی مجلس منتظمہ کے صدر ہوئے (ائمة المسجد الحرام ومؤذنوه فی العهد السعودی، ص۳۵) اور شیخ سلیمان الصنیع عنزی مہاجر مکی (۱۳۲۳ھ۔۱۳۸۹ھ) اس کی مجلس منتظمہ کے اعزازی رکن رہے (شیخ سلیمان الصنیع نجدی کے اساتذہ میں شیخ عبداللہ حمید مفتی حنابلہ مکہ مکرمہ، علامہ سید عبدالحی کتانی مراکشی، شیخ ابوبکر خوقیر، شیخ عبداللہ بن حسن نجدی، شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ، مولوی عبیداللہ سندھی سیالکوٹی (م۔۱۳۶۳ھ) ، مولوی عبدالستار دہلوی مکی (م۔۱۳۵۵ھ)، مولوی سیف الرحمٰن افغانی (پ۔۱۲۶۷ھ)، مولوی عبدالغفار دہلوی (پ۔۱۲۷۴ھ)، شیخ محمد بن عبداللطیف نجدی اور مولوی عبدالہادی ہزاروی وغیرہ علماء ہیں، شیخ سلیمان الصنیع سعودی عہد کے مکہ مکرمہ میں امر بالمعروف نامی محکمہ کے صدر، حرم مکی لائبریری کے محافظ اور مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ (علماء نجد خلال ثمانية قرون، ج۲، ص۳۰۱۔۳۰۷، نشر الدرر، ص۳۵۔۳۷)، اب دارالافتاء ریاض کے رکن، مکہ مکرمہ عدالت کے جج مفتی شیخ عبداللہ سلیمان منیع نجدی اس مدرسہ کی مجلس کے رکن ہیں (فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، ج۱، ص۱۳) اور شیخ ناصر البانی (م۔۱۹۹۹ء) کے ایک اہم شاگرد شیخ محمد جمیل زینو مدرسہ دار الحدیث میں مدرس تعینات ہیں، اس مدرسہ کے ذمہ داران اسلام اور مسلمانوں کی ''خدمت'' کا فریضہ کس طرح انجام دے رہے ہیں؟ اس کی تازہ مثال شیخ زینو کی تحریروں سے ملاحظہ ہو۔

مصر کے سابق وزیر اوقاف، جامعہ الازہر میں متعدد اہم مناصب پر خدمات انجام دینے والے، شریعت کالج مکہ مکرمہ کے استاد، رابطہ عالم اسلامی کے بانی رکن، الجزائر میں جامعہ الازہر کے نمائندہ، عالم جلیل و مبلغ اسلام شیخ محمد متولی شعراوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۹۱۱ء۔۱۹۹۸ء) جنہوں نے ٹیلی ویژن نشریات کے ذریعے درس قرآن گھر گھر تک پہنچایا نیز کتب تصنیف کیں، فتاوے جاری کئے، اور حکومت مصر نے ان کی اسلامی خدمات کے اعتراف میں ملک کا اعلیٰ ترین ایوارڈ پیش کیا، ریاست دوبئی کے حکمران نے خصوصی طیارہ قاہرہ مصر بھیج کر شیخ شعراوی کو دبئی منگوا کر ان کے اعزاز میں خاص تقریب منعقد کر کے اس میں انہیں دس لاکھ درہم مالیت کا ''دبئی ایوارڈ'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، شیخ شعراوی کی نماز جنازہ میں دس لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی، آپ کی رسم چہلم پر حکومت مصر نے خصوصی ڈاک ٹکٹ آپ کی یاد میں جاری کیا اور صدر حسنی مبارک نے آپ کی وفات پر خاص فرمان کے ذریعے ایک خصوصی ایوارڈ منظور

کر کے شیخ شعراوی کے ورثاء کو پیش کیا، آپ کے چہلم کے موقع پر قاہرہ کی جامع مسجد سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم میں تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی مکی سمیت پورے عالم عرب کی اہم شخصیات نے شرکت کی اور آپ کی خدمات کو سراہا۔

(شیخ محمد متولی شعراوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: جامعۃ الازھر قاہرہ کی طرف سے شائع ہونے والے ماہنامہ الازھر کا شمارہ جولائی ۱۹۹۸ء، نیز وزارت اوقاف دبئی کے تحت شائع ہونے والے ماہنامہ الضیاء کا شمارہ جولائی ۱۹۹۸ء)

شیخ شعراوی نے ''انت تسأل و الاسلام یجیب'' نامی کتاب کے صفحہ ۳۸ پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صحابیِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق حدیث کو صحیح قرار دیا، ۱۹۹۹ء میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر قاہرہ کے ایک کثیر الاشاعت اخبار نے حدیث نور کی تائید میں شیخ شعراوی کا یہ فتویٰ ''النور المحمدی وبدایة الخلق'' کے عنوان سے اپنی معمول کی اشاعت میں نمایاں طور پر شائع کیا۔

(روزنامہ الاخبار قاھرہ، شمارہ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ/ ۲۵ جون ۱۹۹۹ء، ص ۷)

شیخ شعراوی کے اس فتویٰ کے خلاف شیخ محمد جمیل زینو نے ایک مفصل مضمون لکھا جس کا اُردو ترجمہ ''بعض کفریہ اور باطل عقائد'' کے عنوان سے جدہ کے اخبار میں شائع ہوا، شیخ زینو نے اس تحریر میں عرب دنیا کے اس عالم جلیل جن کی خدمات کا اعتراف خاص وعام نے کیا، انہی شیخ شعراوی کو کافر قرار دیتے ہوئے یہ الفاظ لکھے:

''یہ ایسے گمراہ کن عقائد ہیں جن سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے''۔

(روزنامہ اردو نیوز جدہ، شمارہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء، ص ۴)

شیخ شعراوی کا سلسلہ تلمذ وروایت دو واسطوں سے فاضل بریلوی سے جا ملتا ہے:

شیخ محمد متولی شعراوی عن عارف باللہ علامہ سید محمد الحافظ تیجانی مصری مالکی حسینی صاحب مجلہ طریق الحق (۱۳۱۵ھ-۱۳۹۸ھ) عن محدث حرمین شریفین شیخ عمر حمدان محرسی و مسند العصر علامہ سید محمد عبدالحی کتانی حسنی مراکشی و

مفتی مالکیہ محمد علی مالکی مکی عن مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(بلوغ الامانی، فی التعریف بشیوخ و اسا نید مسند العصر الشیخ محمد یاسین بن محمد عیسیٰ الفادانی المکی، جمع وترتیب شیخ محمد مختار الدین بن زین العابدین الغلمبانی دارالعلوم الدینیۃ مکۃ، طبع اول ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، دارقیتبہ دمشق، ص ۱۴۹، تشنیف الاسماع، ص ۱۵۰۔۱۵۴، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ و المدینۃ، ص ۱۹، ۲۳، ۲۴)

مدرسہ دارالحدیث کے قیام پر محض چند ماہ گزرے تھے کہ فاضل بریلوی کے خلیفہ شیخ محمد علی مالکی مکی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک انڈونیشی نژاد شاگرد علامہ سید محسن بن علی المساوی مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (۱۳۲۳ھ۔۱۳۵۴ھ/ ۱۹۰۵ء۔۱۹۳۵ء) نے ۱۳۵۳ھ میں (علامہ سید محسن علی مساوی رحمتہ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کے دیگر خلفاء شیخ عمر حمدان محرسی وعلامہ سید محمد عبدالحی کتانی سے بھی مختلف علوم اخذ کئے، مزید حالات کے لئے دیکھئے: الاعـــلام، ج ۵، ص ۲۸۸، سیرو تراجم، ص ۲۹۳۔۲۹۴) انڈونیشیا کے مہاجر طلباء کے لئے مدرسہ ''دار العلوم الدینیۃ'' قائم کیا، شیخ محمد علی مالکی ان دنوں محکمہ عدل سے وابستہ تھے، آپ نے علامہ سید محسن کی درخواست پر منصب قضاۃ سے استعفیٰ دے کر دارالعلوم الدینیۃ میں صدر مدرس کی نشست سنبھالی، شیخ محمد علی مالکی نے اپنی وفات تک تقریباً پندرہ برس اس مدرسہ میں بھرپور تدریسی سلسلہ جاری رکھا اوراس دوران آپ سے ۲۲۴ علماء نے اعلیٰ تعلیم مکمل کر کے سند پائی۔

(سیرو تراجم، ص ۲۶۲)

مذکورہ بالا تینوں مدارس یعنی النجاح، دارالحدیث اور دارالعلوم الدینیۃ تو افراد نے قائم کئے، ادھر سعودی عہد کے آغاز سے ہی حکومت نے پورے ملک میں نیا نظام تعلیم رائج کرنا شروع کیا، سب سے پہلے ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں ملکی سطح پر نظام تعلیم چلانے کے لئے ایک محکمہ بنام ''المدیریۃ العامۃ للمعارف'' قائم کیا گیا جس نے ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء کو مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ ''المھد الاسلامی'' اور ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء کو دوسرا مدرسہ ''المھد العلمی'' قائم کئے، پھر ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء میں شریعت کالج مکہ مکرمہ کا قیام عمل میں آیا، ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۵۳ء میں مذکورہ محکمہ کو وزارت تعلیم کا درجہ دے کر سعودی عرب کے بادشاہ فہد بن عبدالعزیز السعود (۱۳۳۸ھ۔۱۴۲۶ھ/ ۱۹۲۰ء۔۲۰۰۵ء) کو پہلا وزیر تعلیم نامزد کیا گیا، ۱۴۰۱ھ میں اسی کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے کر اس کا نام ''ام القریٰ یونیورسٹی'' رکھا گیا۔

(اھل الحجاز،ص ۲۰۴۔۲۰۷)

آج جب ہم پندرھویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ میں داخل ہوچکے ہیں، مکہ مکرمہ میں حصول علم کے چار ذرائع رائج ہیں لیکن ان کی نوعیت واہمیت بدل چکی ہے، سب سے اہم ذریعہ تعلیم سرکاری مدارس، سکول، کالج اور یونیورسٹی ہے جو سعودی حکومت کے مالی مصارف اور علاقہ نجد کے شہر ریاض میں واقع وزارت تعلیم کے فراہم کردہ نصاب پر چل رہے ہیں، دیگر تین ذرائع غیر سرکاری مدارس، مسجد الحرام میں حلقات دروس اور علماء کے گھروں میں قائم تدریسی مجالس ہیں، غیر سرکاری مدارس کا تعارف وکارکردگی کا ذکر گزشتہ صفحات پر آچکا، جہاں تک مسجد الحرام میں تعلیم کا تعلق ہے تو وہاں پر درس وتدریس کا سلسلہ ماند پڑ کر محض ماضی کی روایت کی حد تک باقی رہ گیا، جن حلقات دروس میں تمام اسلامی علوم وفنون میں سیر حاصل تعلیم دی جاتی تھی اب ان حلقات کو ابتدائی دینی معلومات کے بیان تک محدود کر دیا گیا ہے، پروفیسر احمد محمد جمال مکی (۱۳۴۳ھ۔۱۴۱۳ء) غالباً آخری اہم فرد تھے جنھوں نے اپنی تمام تعلیم مسجد الحرام میں علامہ سید علوی بن عباس مالکی رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر مکمل کی، پروفیسر جمال نے عرب دنیا کے علمی حلقوں میں اہم مقام پایا اور مختلف موضوعات پر نظم ونثر میں بتیس سے زائد کتب تصنیف کیں، آپ پنجاب یونیورسٹی کی دعوت پر ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور آئے۔

(اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر الھجری، محمد علی مغربی، طبع اول ۱۴۱۴ھ، مطبوعہ جدہ، ج ۴، ص ۲۶۔۴۰ پر پروفیسر احمد محمد جمال مکی کے حالات درج ہیں۔)

اب ان حلقات دروس کی تعداد اور دائرہ عمل مسجد الحرام کی موجودہ انتظامی کمیٹی کے سربراہ شیخ محمد السبیل (شیخ محمد بن عبداللہ السبیل نجدی (پ۔۱۳۴۵ھ) شاہی فرمان کے ذریعے ۱۳۸۵ھ کو مسجد الحرام کے امام وخطیب مقرر ہوئے اور ۱۴۱۱ھ کو مسجد الحرام نیز مسجد نبوی کی انتظامی کمیٹی کے سربراہ بنائے گئے، علاوہ ازیں ۱۴۱۳ھ میں آپ کے بیٹے شیخ عمر بن محمد السبیل بھی مسجد الحرام کے امام وخطیب تعینات کئے گئے، ان دنوں حرم مکی میں نماز عشاء کی امامت خود شیخ محمد السبیل اور نماز عصر کی امامت شیخ عمر السبیل کے ذمہ ہے۔(ائمة المسجد الحرام و مؤ ذنوہ فی العھد السعودی، ص ۴۲۔۴۴، ۵۱۔۵۲، ۸۷) کے تازہ ترین بیان سے بخوبی معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے کہا کہ اس وقت حرم مکی شریف میں بائیس تدریسی حلقے کام کر رہے ہیں، جن میں علمائے دین مختلف زبانوں اردو، عربی، انڈونیشی، ملائیشیا اور انگریزی میں تعلیم دیتے ہیں تاکہ حرمین شریفین آنے والے زائرین کو دینی امور سے آگاہ کیا جاسکے۔

(روزنامہ اردو نیوز جدہ، شمارہ ۱۵ اگست ۱۹۹۹ء ص ۲)

سعودی عہد میں ''کتاتیب'' طریقہ تعلیم تو بالکل معدوم ہو کر رہ گیا، نیز علماء کے گھروں میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی تیزی سے کم ہوتا چلا گیا لیکن مقامی علماء نے نامساعد حالات کے باوجود اپنے گھروں کے دروازے تشنگان علم کے لئے بند نہیں کئے، آج محدث حجاز و مسند العصر ڈاکٹر علامہ سید محمد بن علوی مالکی کا گھر ایک بڑے مدرسہ کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے، آپ کے والد امام جلیل سید علوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۹۱ھ میں وفات پائی تو ان کی جگہ آپ مسجد الحرام میں درس دینے لگے، پندرھویں صدی ہجری کا آغاز ہوا تو آپ نے مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان نیز عقائد اہل سنت و جماعت کی توضیح و تشریح پر ایک ضخیم کتاب بنام ''الذخائر المحمدیہ'' لکھی جو مصر سے شائع ہوئے، جیسے ہی یہ کتاب منظر عام پر آئی آپ کو علماء نجد کی طرف سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، آپ کو شرعی عدالت میں طلب کر کے اس کتاب کے مندرجات سے رجوع کرنے پر مجبور کیا گیا، پھر آپ کو مسجد الحرام میں درس و تدریس سے الگ کر دیا گیا، اور مفتی شیخ عبداللہ سلیمان المنیع نجدی نے الذخائر المحمدیہ کے خلاف کتاب ''حوارمع المالکی'' لکھی جس میں دارالافتاء ریاض نے سرکاری اخراجات پر متعدد اڈیشن طبع کرا کے مفت تقسیم کئے (حوارمع المالکی، ۲۰۵ صفحات پر مشتمل ہے، دارالافتاء ریاض نے اس کا پہلا اڈیشن ۱۴۰۳ھ اور پانچواں ۱۴۰۵ھ میں طبع کرایا (دلیل المؤلفات الاسلامیۃ فی المملکۃ السعودیۃ ۱۴۰۰ھ۔۱۴۰۹ھ، محمد خیر رمضان یوسف، طبع اول ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء، دارالفیصل ریاض، ص ۱۴۷)، علامہ سید محمد علوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۲۰۰۴ء) نے الذخائر المحمدیہ نیز عقائد و معمولات اہل سنت کی تائید میں ایک بار پھر قلم اٹھایا اور ''مفاھیم یجب ان تصحح'' کتاب لکھ کر اس پر دنیا بھر کے مشاہیر علماء کی تقریظات حاصل کیں پھر مختلف ممالک سے اس کتاب کے لاتعداد اڈیشن طبع ہوئے، اس پر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی نسل میں سے شیخ صالح بن عبدالعزیز نجدی نے اس کے خلاف کتاب ''ھذہ مفاھیمنا'' لکھ کر سعودی عرب سے شائع کرائی، یہی شیخ صالح اب وزیر مذہبی امور ہیں۔

۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء میں راقم السطور کو حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تو مکہ مکرمہ کے محلّہ رصیفہ میں شارع مالکی پر واقع علامہ سید محمد بن علوی مالکی کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، آپ نے گھر میں ایک وسیع ہال بنوا رکھا ہے جس میں اس روز آپ نے درس حدیث دیا، جس میں راقم سمیت عرب و عجم کے تقریباً چار سو افراد نے شرکت کی، جس میں تمام حاضرین کی ٹھنڈے زم زم اور عربی قہوہ سے تواضع کی گئی، آپ کے گھر میں قائم اس مدرسہ میں حجاز مقدس، یمن،

انڈونیشیا، ملائشیا و دیگر ممالک کے طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں علامہ سید محمد مالکی کی تصنیفات ۳۷ سے تجاوز کرچکی تھیں، نیز مشرق ایشیا کے ممالک میں تیس سے زائد مدارس ومساجد آپ کی نگرانی میں کام کررہی تھیں(اهل الحجاز، ص۲۹۱)چند سال قبل آپ ادارہ منہاج القرآن کی دعوت پر لاہور تشریف لائے اور وہاں خطاب فرمایا، ۱۹۹۹ء میں آپ کراچی تشریف لائے اور دارالعلوم امجدیہ نیز دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ میں طلباء اور علماء ومشائخ کے اجتماعات میں درس حدیث دیا۔

سعودی عہد میں اہل مکہ مکرمہ کا مسجد الحرام کی امامت وخطابت سے محروم کیا جانا، پھر انہیں مسجد الحرام میں تدریس سے الگ کرنا، دارالافتاء مسجد الحرام سے علاقہ نجد میں منتقلی، علامہ سید محمد بن علوی مالکی کی تصنیفات اور پھر ان کے خلاف سرکاری علماء کی کاروائیاں یہ سب اس کا ثبوت ہیں کہ مکہ مکرمہ جہاں سے اسلام طلوع ہوا اس کے باشندے ماضی کی طرح آج بھی سعودی حکمرانوں اور علماء نجد کے برعکس مسلک اہل سنت وجماعت پر عمل پیرا ہیں۔